ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
26 فروری 2003ء - ۲۴ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ
www.tanzeem.org
جلد 12 شمارہ 7

- امریکی عزائم اور عالم اسلام (3) (تجزیہ)
- امت مسلمہ پر عالمِ کفر کی یلغار (منبر ومحراب)
- امام حسن البنا شہیدؒ (خصوصی مضمون)

تنظیم اسلامی کیوں قائم ہوئی؟

''آج ہم اللہ کا نام لے کر ایک ایسی اسلامی تنظیم کے قیام کا فیصلہ کرتے ہیں جو دین کی جانب سے عائد کردہ جملہ انفرادی واجتماعی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں ہماری مددومعاون ہو۔

ہمارے نزدیک دین کا اصل مخاطب فرد ہے۔ اُسی کی اخلاقی وروحانی تکمیل اور فلاح ونجات' دین کا اصل موضوع ہے اور پیش نظر اجتماعیت اصلاً اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ فرد کو اس کے نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول میں مدد دے۔

لہٰذا پیش نظر اجتماعیت کی نوعیت ایسی ہونی چاہئے کہ اُس میں فرد کی دینی اور اخلاقی تربیت کا کماحقہ' لحاظ رکھا جائے اور اس امر کا خصوصی اہتمام کیا جائے کہ اس کے تمام شرکاء کے دینی جذبات کو جلا حاصل ہو' ان کے علم میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے' ان کے عقائد کی تصحیح وتطہیر ہو' عبادات اور اتباعِ سنت سے اُن کا شغف اور ذوق وشوق بڑھتا چلا جائے' عملی زندگی میں حلال وحرام کے بارے میں اُن کی حس تیز تر اور اُن کا عمل زیادہ سے زیادہ مبنی برتقویٰ ہوتا چلا جائے اور دین کی دعوت واشاعت اور اُس کی نصرت واقامت کے لئے اُن کا جذبہ عملی ترقی کرتا چلا جائے۔ ان تمام امور کے لئے ذہنی اور علمی رہنمائی کے ساتھ ساتھ عملی تربیت اور تاثیرِ صحبت کے اہتمام کی جانب خصوصی توجہ ناگزیر ہے۔

دعوت کے ضمن میں ہمارے نزدیک ''الدین النصیحۃ'' کی روح اور ''الاقرب فالاقرب'' کی تدریج ضروری ہے۔ لہٰذا دعوت واصلاح کے عمل کو فرد سے اولاً کنبہ اور خاندان اور پھر تدریجاً ماحول کی جانب بڑھنا چاہئے۔ اس ضمن میں نئی نسل کی دینی تعلیم وتربیت کا خصوصی اہتمام ناگزیر ہے۔

عامۃ الناس کو دین کی دعوت وتبلیغ کی جو ذمہ داری بحیثیت مجموعی عائد ہوتی ہے' اس کے ضمن میں ہمارے نزدیک اہم ترین کام یہ ہے کہ جاہلیتِ قدیمہ کے باطل عقائد ورسوم اور دَورِ جدید کے گمراہ کن افکار ونظریات کا مدلل ابطال کیا جائے اور حیاتِ انسانی کے مختلف پہلوؤں کے لئے کتاب وسنت کی ہدایت اور رہنمائی کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائے' تا کہ ان کی اصلی حکمت اور عقلی قدروقیمت واضح ہو اور وہ شبہات وشکوک رفع ہوں جو اس دَور کے لوگوں کے ذہنوں میں موجود ہیں''۔

(''تنظیم اسلامی کی قراردادِ تاسیس'' ماخوذ از تنظیم اسلامی کا تعارف)

الهدیٰ — ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرہ (۹۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○﴾ (آیت:۱۷۸ ٬ ۱۷۹)

"اے ایمان والو! فرض کیا گیا ہے تم پر قصاص قتل (کے مقدمات) میں۔ تو آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ پس جس کو معاف کی جائے اس کے بھائی (مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ چیز تو تصفیہ دستور کے مطابق ہو یعنی طلب کرے خون بہا دستور کے مطابق اور (قاتل کو چاہئے) کہ اسے ادا کرے اچھی طرح۔ یہ رعایت ہے تمہارے رب کی طرف سے اور رحمت ہے۔ تو جس نے زیادتی کی اس کے بعد تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے اے عقلمندو! تاکہ تم (قتل کرنے سے) پرہیز کرنے لگو"۔

ان آیات میں اہل ایمان کو قصاص کا حکم دیا جا رہا ہے۔ القتلیٰ قتیل کی جمع ہے اور قتیل مقتول کے معنوں میں آتا ہے۔ یعنی اگر کوئی انسان قتل کر دیا جائے تو قاتل کو سزا دینا تم پر لازم ہے۔ ایسا نہ ہوا تو معاشرے کے اندر فساد رونما ہو جائے گا' بدامنی اور بے چینی پیدا ہو جائے گی۔ لہذا حکم یہ ہے کہ اگر کسی آزاد نے قتل کیا ہے تو وہ قتل کیا جائے گا خواہ مقتول آزاد ہو یا غلام۔ اسی طرح اگر کوئی غلام کسی غلام کو قتل کرے یا آزاد کو وہ بھی قتل کیا جائے گا۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جان کے اعتبار سے غلام اور آزاد مسلمان کے درمیان کوئی فرق نہیں' خون اور جان سب کی برابر ہے۔ اسی طرح عورت کے بدلے عورت یعنی اگر عورت کسی کو قتل کرے تو وہ قتل کی جائے گی۔ ہاں اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ اگر مقتول کے ورثاء چاہیں تو قاتل کو معاف کر دیں۔ ایسی صورت میں جو کچھ فریقین کے درمیان طے پائے اس کی تعمیل ضروری ہے۔ یہ معاملہ خوبصورتی سے طے پانا چاہئے یعنی جو بھی خون بہا مقرر ہوا ہے اس کا ادا کرنا لازم ہے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف یعنی آسانی پیدا کی گئی ہے۔ ضروری نہیں کہ قاتل ضرور قتل ہی کیا جائے۔ یہ مقتول کے وارثوں کا اختیار ہے چاہیں تو معاف کر دیں' چاہیں تو خون بہا لے لیں اور چاہیں تو اس بات پر ڈٹ جائیں کہ نہیں ہمیں تو جان کے بدلے جان ہی چاہئے۔ اس صورت میں حکومت کا کام یہ ہے کہ وہ قاتل کو پکڑے اور مقتول کے ورثاء کا جو بھی فیصلہ ہو اس کے مطابق تعمیل کرے۔ حکومت خود کسی کو اپنے طور پر معاف نہیں کر سکتی۔ صدر مملکت کو بھی معاف کرنے کا اختیار نہیں۔ یہ تو عدالتی کارروائی ہے جس پر قتل ثابت ہو گیا تو اب قصاص ہوگا۔ اسی لئے فرمایا کہ اے ایمان والو! تم پر قصاص لازم کیا گیا ہے اور جو کوئی اس معاملے میں زیادتی کرے گا تو اس کے لئے عذاب ہے دردناک۔ اس زیادتی کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس نے ہمارا ایک آدمی مارا ہے تو ہم اس کے دس آدمیوں کے قتل پر راضی ہوں گے' اس کی اجازت نہیں۔ ایک جان کا بدلہ ایک ہی جان ہے۔ اسی طرح جو خون بہا طے کیا تھا وہ بعد میں ادا نہیں کر رہے اور پریشان کر رہے ہیں یا اس طرح کی زیادتی کی دوسری جو بھی شکلیں ہوں گی ان پر عذاب الیم کی وعید ہے۔

پھر فرمایا کہ اے ہوش مندو! قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے تاکہ بچ سکو۔ اس لئے کہ اگر معاشرے میں قاتل کو سزا نہیں ملتی تو قتل عام ہو جاتا ہے۔ اگر قصاص کے قانون پر صحیح طور پر عمل ہوگا تو کسی کو قتل کی جرأت نہ ہوگی (آپ نے دیکھا افغانستان میں طالبان حکومت نے شرعی حدود اور تعزیرات نافذ کر دی تھیں تو وہاں جرائم ختم ہو گئے تھے)۔ پھر سزا کا معاملہ ایسا ہے کہ اگر کسی نے خنجر سے قتل کیا ہے اور ورثاء خنجر سے قتل کر کے قصاص لینا چاہیں تو لے سکتے ہیں اور پھر یہ سزا برسر عام ہوگی کیونکہ شریعت کی منشا یہ ہے کہ لوگ یہ عبرت ناک منظر دیکھیں یعنی ایک آدمی کو سزا ملے اور سینکڑوں ہزاروں کو سبق مل جائے۔

☆☆☆

فرمان نبوی — چوہدری رحمت اللہ بٹر

سمجھدار کون؟

عَنْ اَبِیْ يَعْلٰى شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ الْاَمَانِیَّ (رواہ الترمذی)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا سمجھدار آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے عمل کرتا ہے اور عاجز وہ ہے جو خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور اللہ کے عتاب سے بچنے کے لئے آرزوؤں کو بڑھاتا رہتا ہے"۔

افسوس! آج ہمارے پیمانے کس طرح بدل گئے ہیں۔ ہم نفس کی خواہشات کے آگے ہتھیار ڈال چکے ہیں۔ دنیا کی کامیابی کو ہی کامیابی گردانتے ہیں اور خود کو بہت بڑا سمجھ رکھنے والا اور کامیاب قرار دیتے ہیں' جو آخرت کی بات کرے اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور آخرت کی پکڑ سے اس طرح بے خوف ہیں جیسے اسے مانتے ہی نہیں۔ یہ سب نتیجہ ہے کتاب ہدایت سے دوری کا اور اسے سمجھ کر نہ پڑھنے کا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ عاکف سعید

کون سی وادی میں ہے‘ کون سی منزل میں ہے.......

تنظیم اسلامی کا کل پاکستان سالانہ اجتماع کئی برسوں کے فصل کے بعد ان شاء اللہ العزیز آئندہ ہفتے‘ اتوار تا منگل منعقد ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ کے آفاقی مشن کے حوالے سے نورِ توحید کے اتمام اور دین کے غلبہ و اقامت کے آرزومند کچھ دیوانے جن کا منتہائے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا حصول ہے‘ پاکستان کے طول و عرض سے کھنچ کر آئیں گے اور لاہور کے ایک مضافاتی قصبے سادھوکی میں واقع فردوسی فارم کے سبزہ زار میں خیمہ زن ہو جائیں گے۔ بدترین مادہ پرستانہ ماحول میں ہر جانب سے امڈتے ہوئے دنیا پرستی کے سیلاب کی موجوں سے پنجہ آزمائی کرنے والے ان چند دیوانوں کو‘ جن کی مجموعی تعداد چند ہزار سے متجاوز نہیں ہے‘ ان تین دنوں میں جہاں اپنے قرآنی سبق کو از سر نو تازہ اور اپنے دینی و تحریکی فکر کو پختہ تر کرنے اور جوش و ولولہ کو مہمیز دینے کا موقع میسر آئے گا‘ وہاں دور دراز سے آئے ہوئے اپنے ان رفقاء سے متعارف ہونے کا موقع بھی ملے گا جو مختلف علاقائی و لسانی پس منظر رکھنے کے باوجود اسلامی اخوت اور فکر و نظریہ کے اشتراک کے باعث ذہناً و قلباً ایک دوسرے سے اتنی قربت اور باہم اپنائیت رکھتے ہیں کہ جو آج قریبی رشتہ داروں میں بھی مفقود نظر آتی ہے___ بلاشبہ یہ محبت اور اپنائیت نہایت مبارک اور لائق تحسین ہے۔ احادیث مبارکہ کی رُو سے محض اللہ اور اس کے دین کی خاطر ایک دوسرے سے محبت رکھنے والے مسلمان‘ محبوبیتِ الٰہی کے مقام کو جا پہنچتے ہیں۔ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا!

تنظیم اسلامی کا یہ سالانہ اجتماع جن حالات میں ہو رہا ہے ان کی سنگینی کا اندازہ اب خواص ہی کو نہیں عوام کو بھی ہو چکا ہے‘ سوائے اس کے کہ کوئی دانستہ آنکھیں موند لینے کو ہی عافیت کوشی خیال کرتا ہو۔ داخلی طور پر ہمارے ملک میں اسلام کی عملداری ہے نہ اسلامی اقدار کا کوئی لحاظ۔ اللہ کے دین کے ساتھ بے وفائی اور غداری کی روش نہ صرف جاری ہے بلکہ اس معاملہ میں ہماری بے باکی اور دیدہ دلیری میں خوفناک حد تک اضافہ ہو چکا ہے۔ اس طرزِ عمل کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ ہماری آزادی سلب ہو چکی ہے۔ پاکستان کی سرزمین پر ایف بی آئی کی عملداری ہے اور ہم عملاً امریکہ کے غلام اور محکوم بن چکے ہیں___ حال یہ ہے کہ امریکہ کی خاطر اسلام سے غداری اور اسلامی اصولوں کی دھجیاں بکھیرنے کے باوجود بھی ہم امریکہ کو راضی کرنے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ ہماری وفاؤں کا صلہ امریکہ کی طرف سے الزام تراشیوں اور بہتان طرازیوں کی صورت میں ملا ہے۔ ہر دیکھنے والی آنکھ امریکہ کی نیت میں فتور کا مشاہدہ کر رہی ہے۔ پوری دنیا کے تجزیہ نگار عراق کے بعد پاکستان کی ’’باری‘‘ کی پیشگوئی کر رہے ہیں___ لیکن افسوس کہ ہم نے بحیثیت قوم اپنا قبلہ درست کیا نہ اپنے لچھن بدلے۔ وہی بے ڈھنگی اور بھونڈی چال جو پہلے تھی‘ سو اب بھی ہے‘ بلکہ پہلے سے بدتر ہے!___ یہ صورت حال تو پاکستان اور مسلمانانِ پاکستان کی ہے‘ پوری امتِ مسلمہ اور عالم اسلام کی حالت بھی اس سے کچھ مختلف نہیں ہے۔ مشرق وسطیٰ کا جغرافیہ بدلنے اور گریٹر اسرائیل کے قیام کے لئے یہود و نصاریٰ کی سازش اور منصوبہ بندی تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ امریکہ ہر قیمت پر یہودی ایجنڈے کی تکمیل کی خاطر عالم عرب کا نام و نشان مٹانے پر تلا بیٹھا ہے۔ مقامِ شرم ہے کہ پوری دنیا امریکی جارحیت کے خلاف سراپا احتجاج بن کر سڑکوں پر نکل آئی ہے لیکن عالم اسلام میں زندگی کے آثار کہیں دکھائی نہیں دیتے۔ مسلمان ممالک خاموشی کی تصویر بنے فرعونِ وقت کے ہاتھوں عراق کی تباہی و بربادی کے منتظر اور قربانی کے بکروں کی مانند ایک دوسرے کی باری کے انتظار میں ہیں___ یہ حالات ہر درد مند مسلمان کے لئے نہایت حوصلہ شکن اور شدید پریشانی کا موجب ہیں___ امت کی حالتِ زار پر دل خون کے آنسو روتا ہے___ لیکن پستی کا حد سے گزرنا بے سبب نہیں ہے۔ اللہ نہ تو ظالم ہے نہ مجبور و بے کس (معاذ اللہ)! مسلمان اگر مجبور‘ مظلوم اور مقہور ہیں تو یہ سب ان کا اپنا کیا دھرا ہے۔ دین سے بے وفائی‘ قرآن سے دوری‘ ’’شہادت علی الناس‘‘ اور ’’امر بالمعروف و نہی عن المنکر‘‘ کے دینی فریضے سے مسلمانانِ عالم کی بے اعتنائی اور بے توجہی کی ایک طویل اور تلخ داستان ہے‘ جس کا ڈراپ سین اب ہونے کو ہے___ اجتماعی جرائم کی تلافی اجتماعی جدوجہد کی صورت میں ہی ممکن ہے اور انفرادی گناہوں کا ازالہ اللہ کی جناب میں سچی توبہ کے ذریعے ممکن ہے۔ حالات کے اس مہیب گرداب میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر وہ درست لائحہ عمل کون سا ہوگا جو ہمیں حقیقی کامیابی سے ہمکنار کر سکے۔ یہ وقت کا اہم ترین سوال ہے۔ تنظیم کے سالانہ اجتماع میں ان شاء اللہ اسی حوالے سے گفتگو ہوگی‘ اپنی کوتاہیوں پر نظر رکھتے ہوئے قرآن و سنت کی روشنی میں درست لائحہ عمل کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ حالاتِ حاضرہ کے حوالے سے اپنے مقام اور رول کو پہچاننے اور آمادہ عمل ہونے کی دعوت دی جائے گی۔

کون سی وادی میں ہے‘ کون سی منزل میں ہے
عشق بلاخیز کا قافلۂ سخت جان!

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور — مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ‘ لاہور — بانی: اقتدار احمد مرحوم

ایل آرایل نمبر:50 جلد:12 شمارہ 7 — پبلشر: اسعد احمد مختار طابع: رشید احمد چوہدری — مدیر: حافظ عاکف سعید

سالانہ زرتعاون: 250 روپے‘ قیمت: 5 روپے — مقام اشاعت: 36۔کے‘ ماڈل ٹاؤن لاہور‘ فون 03-5869501 — نائب مدیر: فرقان دانش خان

امت مسلمہ پر عالم کفر کی یلغار

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے 7 فروری 2003ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

امت مسلمہ پر عالم کفر کی یلغار کے حوالے سے موجودہ عالمی صورت حال سورۃ الصف کی درج ذیل آیت سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے:

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ مگر وہ (اللہ) اپنے نور کا اتمام فرما کر رہے گا خواہ یہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو"۔

تاہم ایسا نہیں ہے کہ یہ صرف پہلی بار ہو رہا ہے کہ کفر اس طرح مسلمانوں پر چڑھا آ رہا ہے بلکہ نوع انسانی کی پوری تاریخ میں خیر و شر کی کشمکش جاری رہی ہے اور اس کی بنیاد ابلیس لعین کا وہ دعویٰ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو زمین کی خلافت عطا فرمائی اور تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کریں تو عزازیل نامی ایک جن جو اپنے زہد و تقویٰ کی بنا پر ملائکہ کی صف میں شمار کیا جانے لگا تھا اور اس بنا پر اسے توقع تھی کہ خلافت ارضی اسے ملے گی تو اس نے حسد کی بنا پر علم بغاوت بلند کر دیا اور حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

یہ واقعہ قرآن مجید میں چھ مقامات پر بیان ہوا ہے اور اکثر مقامات پر ابلیس کا دعویٰ ہے کہ اے اللہ تو نے جو اس آدمؑ کو مجھ پر فضیلت دی ہے تو میں تجھ پر ثابت کر دوں گا کہ یہ اس کا حقدار نہیں تھا' تو مجھے مہلت دے کہ میں اپنے دعویٰ کو ثابت کروں اور یہ کہ میں ان کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے مہلت عطا کر دی اور وہ عزازیل نامی جن جسے اب ہم ابلیس اور شیطان کہتے ہیں وہ اس وقت سے زندہ ہے اور تا قیام قیامت زندہ رہے گا۔ یہ خیر و شر کی کشاکش ابلیس کے اسی دعوے کا نتیجہ ہے۔ اسی کو اقبال کہتے ہیں کہ :

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

چراغ مصطفویؐ سے مراد "حق" اور شرار بولہبی سے "باطل" مراد ہے۔ ایک طرف انبیاء و رسل اور اہل ایمان ہیں اور دوسری جانب ابلیس اور جنات میں اس کی ذریت صلبی کے علاوہ انسانوں میں بھی اس کے نمائندے ہیں۔ چنانچہ ایک خاص مرحلے پر آ کر انسانوں میں سے ایک خاص قوم اس کی نمائندہ بن گئی اور وہ قوم یہود ہے۔ اس لئے کہ انہیں بھی وہی معاملہ پیش آیا جیسا شیطان کے ساتھ ہوا تھا۔ وہ نبی آخر الزمان کے منتظر تھے اور اپنی پچھلی تاریخ کی بنا پر یہ سمجھتے تھے کہ وہ ہم ہی میں سے ہوں گے لیکن اللہ نے نبی اکرمؐ کو امیین یعنی اہل عرب میں سے پیدا فرمایا۔ اس پر حسد اور تکبر کے باعث یہود حضرت محمد ﷺ اور ان کی امت کے سب سے بڑے دشمن بن گئے۔ اس کے بعد کی تاریخ درحقیقت یہود اور مسلمانوں میں کشاکش کی تاریخ ہے بلکہ اب یہود انسانوں میں ابلیس کے سب سے بڑے Agent ہیں۔ چنانچہ اقبال فرماتے ہیں کہ ؎

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا
اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسہ
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

ان اشعار میں "تہذیب" اور "درندے" کے الفاظ قابل غور ہیں۔ یہ مغربی تہذیب درندوں کی تہذیب ہے اور جس تہذیب کی وہ دہائی دے رہے ہیں وہ تو کب کی دم توڑ چکی ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبال نے پیشین گوئی کی تھی ؎

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

علامہ اقبال کے ان الہامی اشعار کا ظہور اب ہو رہا ہے۔ مغرب کا خاندانی اور معاشرتی نظام تباہ ہو چکا ہے ان کے اخلاق برباد ہو چکے ہیں۔ اپنی درندگی کا وہ ایک مظاہرہ افغانستان میں کر چکے ہیں۔ دراصل امریکہ کی طاقت ٹیکنالوجی کے بل پر قائم رہے۔ تہذیب' اخلاق اور انسانیت سے اسے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

بہرحال یہ تمام معاملات آخری معرکۂ حق و باطل کی طرف جا رہے ہیں۔ یعنی بائبل کی آخری کتاب میں مذکور آرمیگاڈان (بہت بڑی جنگ جو خیر و شر کے درمیان دنیا کے ختم ہونے سے پہلے ہوگی) کا وقت قریب ہے اور مغرب میں یہ لفظ اب عام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں End of History اور End of Physics جیسے ناموں سے کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔ آرمیگاڈان کو احادیث مبارکہ میں الملحمۃ العظمیٰ یعنی عظیم ترین جنگ کہا گیا ہے۔ اس جنگ کا آغاز مشرق وسطیٰ سے ہو گا۔ لیکن معاملہ صرف مشرق وسطیٰ کا نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کا ہے اور بحیثیت مجموعی عالم انسانیت کا بہت بڑا حصہ اس میں ملوث ہو کر رہے گا۔ اس وقت امریکہ اور برطانیہ اس پر تلے ہوئے ہیں کہ عراق کو تہس نہس کر کے رہیں گے۔ اگرچہ انہوں نے بڑی طاقتوں (فرانس' روس' چین) کے دباؤ میں تھوڑی سی کوشش کی کہ یہ UNO کے ذریعے ہو جائے۔ لیکن ایسا نہیں ہو رہا اور وہ اپنی افواج وہاں بھیج چکے ہیں لہٰذا اب وہ مزید تاخیر نہیں چاہتے' حالانکہ معائنہ کاروں نے جو رپورٹ پیش کی ہے اس میں انہوں نے قبول کیا ہے کہ "تقریباً ڈھائی مہینے گزر چکے ہیں اور ہمیں اب تک عراق سے بڑی تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کا علم نہیں ہو سکا ہے"۔ اس کے باوجود امریکہ کہتا ہے کہ ہمیں ثبوت مل گیا ہے اور چاہے اقوام متحدہ ہمارا ساتھ نہ دے ہم خود عراق سے نپٹ لیں گے۔ بش کہتا ہے کہ ہم عراق میں Change of Regime چاہتے ہیں جبکہ عراق کا کہنا ہے کہ یہ Change of Region چاہتے ہیں۔ عراق کی یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ اس جنگ کے بعد نقشہ تبدیل ہو جائے گا جیسے پہلی جنگ عظیم کے بعد دنیا کا نقشہ بدل گیا اور عظیم سلطنت عثمانیہ ختم ہو گئی تھی۔ دوسری طرف یورپ کے دو ملک جرمنی اور فرانس کھڑے ہو گئے ہیں کہ ہم یہ جنگ نہیں چاہتے اور اگر کچھ کرنا ہے تو UNO میں اس کا فیصلہ ہو گا۔ گویا عراق کو تباہ کرنے کے لئے تو وہ بھی تیار ہیں بس ان کا طریق کار پر اختلاف ہے۔

بہرحال اگر عراق تہس نہس ہو گیا تو اس کے بعد لازماً ایران اور پاکستان کی باری ہے۔ یہ اس وقت ہمارے سامنے کا منظر ہے جسے دنیا کا ہر شخص دیکھ رہا ہے۔ تاہم اس کا پس منظر کیا ہے؟ پس منظر میں ایک لفظ "نیو ورلڈ آرڈر" قابل غور ہے جو یہودیوں کی اصطلاح ہے۔ یہودیوں نے تقریباً 16 ویں صدی میں یہ پروگرام شروع کیا تھا کہ وہ پوری دنیا کا ایک نیا نظام بنائیں گے۔ یہودیوں کا یہ پروگرام ہے کہ ایک نیا سیکولر نظام دنیا میں قائم کیا جائے۔ 1776ء سے اس کا آغاز ہوا اور اس وقت سے وہ سازشی انداز میں اس پر کام کرتے رہے ہیں۔ پچھلی صدی کے

آغاز میں انہوں نے لیگ آف نیشنز قائم کی۔ اس کی ناکامی پر یو این او کی بنیاد ڈال دی اور اپنے منصوبے کو آگے بڑھانے کے لئے یو این او کے تحت ورلڈ بنک کی بنیاد رکھی گئی۔ بنکنگ کے نظام کے بارے میں اسی لئے اقبال فرماتے ہیں:

ایں بنوک ایں فکرِ چالاک یہود
نورِ حق از سینۂ آدم ربود
تاتہہ و بالا نہ گردد ایں نظام
دانش و تہذیب و دیں سودائے خام

بعدازاں یہود نے آئی ایم ایف اور پھر گلوبلائزیشن کی طرف پیشقدمی کی۔ اس سے آگے بڑھ کر TRIPS یعنی پوری دنیا کی زراعت کو بھی اپنے قابو میں لینے کی کوششیں شروع ہیں اور اب آخری بات یہ ہے کہ تباہ کن ہتھیاروں کی اجارہ داری بھی ان کے پاس رہے۔ یہ سارے کام کچھ خاص مقاصد کے حصول کے لئے کئے گئے۔ ان میں تین مقاصد تو امریکہ کے ہیں:

1۔ پوری دنیا پر اس کا سیاسی اور عسکری غلبہ قائم ہو جائے
2۔ سیکولر جمہوریت اور سرمایہ دارانہ نظام کا تحفظ
3۔ اپنی معیشت کے استحکام کے لئے دنیا کے معدنی تیل کے ذخائر پر قبضہ

جبکہ ان معاملات کے پس منظر میں یہود کے بھی کچھ مقاصد ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں چاہے سیاسی اور عسکری غلبہ امریکہ کا ہو لیکن مالیاتی نظام ہمارے ہاتھ میں ہونا چاہئے تاکہ پوری دنیا کے انسان ان کے معاشی غلام بن جائیں اور وہ سود کے ذریعے ان کی کمائی کا بڑا حصہ خود ہڑپ کر جائیں۔ سیکولر یہودیوں کے پیش نظر تو صرف یہ مقصد ہے لیکن مذہبی یہودی گریٹر اسرائیل کا قیام اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر بھی چاہتے ہیں۔ 1948ء میں جب اسرائیل قائم ہوا تھا تو اس کی پارلیمنٹ کے اندر گریٹر اسرائیل کا نقشہ بنا دیا گیا تھا جس میں مصر کا صحرائے سینا' فلسطین' شام' عراق اور ترکی کا جنوبی حصہ اور سعودی عرب کا شمالی حصہ (مدینہ منورہ) شامل ہیں۔ ہیکل سلیمانی کو 1000 ق م میں حضرت سلیمانؑ نے تعمیر فرمایا تھا۔ 587 ق م میں اسے نبوکدنضر (عراق کے بادشاہ) نے مسمار کر دیا تھا۔ تقریباً 150 برس بعد یہود نے اسے دوبارہ تعمیر کیا تو 70ء میں رومیوں نے پھر گرا دیا جو آج تک گرا پڑا ہے۔ یہ ہیکل اس جگہ تھا جہاں اب مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ ہے۔ یہودی ان کو گرا کر ہیکل تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ تاہم چونکہ انہیں معلوم ہے کہ مسلمان انہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے لہٰذا وہ امریکہ کی فوجی طاقت کے ذریعے اس کے لئے راہ ہموار کر رہے ہیں۔

یہودیوں نے اپنے ان مقاصد کے حصول کے لئے عیسائیوں کو آلہ کار بنایا۔ عیسائی پہلے یہودیوں کے بڑے سخت دشمن تھے۔ لہٰذا یہودیوں نے عیسائیوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے پروٹسٹنٹ مذہب کی بنیاد رکھی۔ اگرچہ اب صورتحال یہ ہے کہ کیتھولک بھی ان کے آلہ کار بن چکے ہیں لیکن ان کے اصل آلہ کار پروٹسٹنٹ عیسائی ممالک ہیں جس میں امریکہ اور برطانیہ شامل ہیں۔ جبکہ یورپ میں اکثریت کیتھولک ممالک کی ہے جن کا امام پوپ ہے۔ پروٹسٹنٹ پوپ کو شیطان اعظم کہتے ہیں اور پوپ پر الزام لگاتے ہیں کہ یہ سازش کر رہے ہیں کہ فلسطین میں کیتھولک عیسائی حکومت قائم ہو۔ بہرحال یہ جو تھوڑا سا اختلاف جو آج ہمیں یورپ اور امریکہ میں نظر آ رہا ہے۔ یہ اگرچہ اس لئے بھی ہے کہ یورپ امریکہ کو سپریم پاور ماننے کے لئے تیار نہیں ہے اور وہ اس کے مدمقابل آنا چاہتے ہیں لیکن ان میں اصل تقسیم پروٹسٹنٹ اور کیتھولک کی ہے۔

پروٹسٹنٹ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ نزول سے پہلے کچھ چیزیں ہونا لازم ہیں جس میں آرمیگاڈان جنگ کا ہونا' عظیم تر اسرائیل کا قیام اور ٹیمپل کی تعمیر شامل ہے۔ وہ کہتے ہیں جب ٹیمپل میں تھرون آف ڈیوڈ☆ رکھ دیا جائے گا تو حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے اور پھر دنیا پر ہماری حکومت ہو گی۔ لہٰذا وہ جلد از جلد ان واقعات کو روبہ عمل لانا چاہتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ امریکہ کا پروٹسٹنٹ عیسائی' یہودیوں سے بڑھ کر اسرائیل کا حامی ہے۔ انہی کے لئے کرسچین زائنسٹ کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ دوسری طرف یورپی ممالک منظم ہو رہے ہیں اور پوپ نے حکم دیا ہے کہ یورپی یونین کے آئین میں طے کر دیا جائے کہ اس کا مذہب کیتھولک عیسائیت ہو گا۔ تاہم ان دونوں فرقوں میں اختلاف کے باوجود یہ یہودیوں کے سپورٹر اور مسلم دشمنی میں ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔

دراصل امریکہ اور یہودیوں کو اپنے ان مقاصد کی تکمیل میں اگر کسی سے خطرہ ہے تو وہ اسلامی نظام سے ہے۔ اسی لئے یہود کے اشاروں پر امریکہ عالم اسلام اور دینی عناصر کو ہدف بنائے ہوئے ہے۔ اگرچہ عراق پر حملے کے ذریعے امریکہ اپنی گرتی ہوئی معیشت کو سنبھالا دینے کے لئے وہاں موجود تیل کے ذخائر پر قبضہ کرنا چاہتا ہے تاہم اس طرح مسلمانوں کی طاقت کو کمزور کرنا بھی اس کے پیش نظر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے عراق کے بعد ایران اور پاکستان کو نشانہ بنانے کے لئے راہ ہموار کرنا شروع کر دی ہے۔

یہودی جو اس طرح پوری دنیا کے مالیاتی نظام کو اپنے کنٹرول میں کرنا چاہتے ہیں وہ امریکہ کے ذریعے مسلمانوں کو اس لئے کمزور کرنا چاہتے ہیں تاکہ گریٹر اسرائیل کے قیام اور مسجد اقصیٰ گرا کر ہیکل سلیمانی کی تعمیر کی راہ میں مسلمان مزاحم نہ ہو سکیں۔ ان حالات میں افسوسناک امر یہ ہے کہ مسلمان حکمران جرأت کردار سے محروم ہو چکے ہیں اور وہ اپنے اندر اس ظلم کے خلاف صدائے احتجاج تک بلند کرنے کی ہمت نہیں پاتے۔ یہ دراصل اللہ کی طرف سے ذلت و مسکنت کے عذاب کی صورت ہے جو ہماری نااتفاقی اور بے عملی کی پاداش میں ہم پر مسلط ہو چکا ہے۔ اگرچہ صحیح احادیث اور سورۃ الصّف کی مذکورہ بالا آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ خیر و شر کے اس آخری معرکے میں بالآخر فتح حق کی ہو گی' لیکن ہم اللہ کے عذاب سے صرف اسی صورت میں بچ سکتے ہیں کہ اگر ہم کسی ایک اسلامی ملک میں اللہ کا دین بالفعل قائم کر کے اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا عملی نمونہ پوری دنیا کے سامنے پیش کر دیں۔

☆ تھرون آف ڈیوڈ ایک پتھر تھا جس پر حضرت داؤدؑ اپنی تاج پوشی کے وقت بیٹھے تھے۔ پروٹسٹنٹ کے ایک رسالے Trumpet کے مطابق وہ پتھر لندن میں موجود ہے۔ اسی پتھر پر حضرت سلیمانؑ کی تاج پوشی ہوئی۔ یہ یہودیوں کی تاریخ میں ایک مقدس پتھر کی حیثیت سے چلا آیا اور پھر یہ عیسائیوں کے پاس روم آ گیا۔ روم سے آئرلینڈ' وہاں سے سکاٹ لینڈ گیا اور اب وہ انگلینڈ میں ہے۔ 14 ویں صدی عیسوی میں اس پتھر کو ایک سیٹ بنا کر اسے ایک کرسی میں نصب کر دیا گیا' تب سے انگلستان کے بادشاہ تاج پوشی کے وقت اسی کرسی پر بیٹھتے ہیں۔

نامے مرے نام

امیر محترم جناب حافظ عاکف سعید
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی

دیار غیر میں ہونے کی وجہ سے باقاعدگی سے ندائے خلافت اور میثاق کا مطالعہ کرنے سے قاصر رہا ہوں۔ پچھلے دنوں پیرس میں ندائے خلافت اور میثاق کا مطالعہ کیا۔ ندائے خلافت کا خصوصی شمارہ "پیام اقبال بنام نوجوانان ملت" دیکھتے ہی آپ کے لئے اور آپ کی ٹیم کے لئے دل سے خصوصی دعا نکلی اور حقیقی فرحت ملی۔ شمارہ ہر اعتبار سے بہت عمدہ تھا۔ مضامین کے مطالعے سے صحیح معنوں میں اقبال شناسی ہوئی۔ علامہ اقبال کے فکر کو عام کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی اور انداز نہیں ہو سکتا۔

بانی تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی خدمت اقدس میں خصوصی سلام اور ان سے راقم کے لئے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

والسلام مع الاکرام
مرزا ندیم بیگ' پارسلونا

امریکی عزائم اور عالم اسلام (3)

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

ابوالحسن

امریکہ نے سپر پاور بننے کے بعد عالم اسلام سے کیسا سلوک روا رکھا' پاکستان کے سوا تمام مسلمان ممالک کا ذکر گزشتہ دو اقساط میں ہو چکا ہے۔ پاکستان امریکا کا خصوصی اتحادی ہے لہٰذا گزشتہ نصف صدی میں امریکہ نے اس کے ساتھ خصوصی سلوک کیا۔ بہت کم لوگوں کے علم میں ہوگا کہ جنگ عظیم دوم کے بعد جب برطانیہ کے عروج پر بڑھاپا چھا رہا تھا اور امریکہ عالمی قوت بن کر ابھر رہا تھا تو امریکہ نے بھی برطانیہ پر دباؤ ڈالا تھا کہ وہ جلد از جلد ہندوستان کو آزاد کر دے۔ ہند کی تقسیم اور پاکستان کے قیام کے بارے میں بھی امریکی رویہ مثبت تھا۔ امریکی وزارتِ خارجہ کے ایک اعلیٰ افسر نے قیام پاکستان سے قبل جب قائداعظم سے ملاقات کی تو قائداعظم نے اُسے یقین دہانی کرائی کہ پاکستان علاقے میں امریکی مقاصد کو آگے بڑھانے میں تعاون کرے گا۔ ہٹلر نے اپنے آخری ایام میں کہا تھا کہ جرمن تو تباہ ہو چکا لیکن سویت یونین کی صورت میں اتحادیوں کے لئے ایسا دشمن چھوڑ جائے گا جو ان کے لئے بہت بڑا خطرہ ثابت ہو گا۔ کانگریس کا پروگرام چونکہ اشتراکی نظریہ سے کافی قریب تھا لہٰذا ہندوستان کے شمال مغرب میں مذہبی بنیاد پر ایک ملک امریکی مقاصد کی تکمیل کے لئے بہت مفید ثابت ہو سکتا تھا۔

پاکستان قائم ہوا تو امریکہ اور سویت یونین کے درمیان سرد جنگ کا آغاز ہو چکا تھا۔ دونوں نے پاکستان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ پاکستان نے ہمسایہ سپر پاور سویت یونین کا ہاتھ جھٹک کر سات سمندر پار سپر پاور امریکہ کا ہاتھ تھام لیا۔ سفارتی' سیاسی اور عسکری سطح پر اگرچہ یہ ایک غلط فیصلہ تھا لیکن اکثر پاکستانیوں کی رائے یہ ہے کہ اس دوستی میں جس خلوص کا مظاہرہ پاکستان نے کیا اگر امریکہ بھی ایسے ہی جذبہ کا اظہار کرتا تو دوستی کی یہ گاڑی بار بار Knocking نہ کرتی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تاریخ بتاتی ہے کہ امریکہ پاکستان کو ٹشو پیپر کے طور پر استعمال کرتا رہا۔ پچاس کے عشرہ میں پاکستان سیٹو اور سینٹو میں شامل ہو گیا اور یوں وہ امریکہ کا پکا اتحادی بن گیا لیکن بدقسمتی سے پاکستان کی قیادت اُس وقت بھی اندازہ نہ کر سکی کہ یہ معاہدے صرف کمیونزم کے خلاف تھے اور کمیونسٹ ممالک سے پاکستان کو براہِ راست کوئی خطرہ نہیں تھا۔ پاکستان کا ازلی دشمن بھارت تھا۔ معاہدے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دونوں فریق اپنے اپنے دشمن کے خلاف ایک دوسرے سے مدد حاصل کریں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ امریکہ نے ایک طرف پاکستان کو سیٹو اور سینٹو میں اپنا اتحادی بنایا ہوا تھا جبکہ دوسری طرف پاکستان کے اس ازلی دشمن سے خفیہ معاہدہ کیا ہوا تھا جو پاکستان کے وجود کو ختم کرنے کے لئے ہمیشہ تاک میں رہا۔ اس خفیہ معاہدے کا انکشاف اس وقت ہوا جب ہند چینی جھڑپ ہوئی اور امریکہ نے بھارت میں اسلحہ کے ڈھیر لگا دیئے۔

1965ء کی جنگ میں امریکہ نے پاکستان کا اتحادی بننے کی بجائے غیر جانبداری کا روپ دھار لیا۔ عالمی سطح پر امریکہ نے چین میں انقلاب کے بعد اُسے تسلیم نہیں کیا تھا بلکہ تائیوان کو ہی چین قرار دیتا رہا لیکن جب ماؤ اور چواین لائی کی قیادت میں چین نے حیران کن انداز میں ترقی کی منازل طے کیں تو امریکہ چین سے تعلقات قائم کرنے کی خواہش کرنے لگا۔ امریکہ اور چین کے درمیان تعلقات نہ ہونے کا فائدہ سویت یونین اٹھا رہا تھا۔ امریکہ نے چین سے تعلقات قائم کرنے کے لئے پاکستان کا سہارا حاصل کیا۔ انتہائی خفیہ طریقہ سے پاکستان نے امریکہ اور چین کے درمیان کامیاب مذاکرات کرائے۔ چین ہمیشہ اس پر پاکستان کا شکریہ ادا کرتا رہا ہے اور اس عمل کو پاکستان کا اپنے اوپر بہت بڑا احسان تصور کرتا ہے لیکن عین اُس موقع پر جب پاکستان امریکہ اور چین میں مذاکرات کروا رہا تھا' امریکہ پاکستان کو توڑنے کی سازش کر رہا تھا۔ یاد رہے' **1971**ء میں جب پاکستان اپنی تاریخ کے نازک اور خطرناک دور سے گزر رہا تھا اور سادہ لوح پاکستانی امریکہ کے ساتویں بحری بیڑے کا انتظار کر رہے تھے' اہل پاکستان کو پاکستان کے دولخت ہونے میں صرف بھارت اور سویت یونین کا ہاتھ نظر آتا تھا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ اس سازش میں برابر کا شریک تھا۔ یہ انکشاف حال ہی میں ہنری کسنجر نے' جو اُس دور میں امریکہ کے سیکرٹری آف سٹیٹ تھے' کیا ہے کہ امریکہ نے پاکستان کو دولخت کرنے میں اہم رول ادا کیا تھا۔

اس کے بعد امریکہ نے ایک عرصہ تک پاکستان سے لاتعلقی اختیار کئے رکھی لیکن جب اس کے حریف سویت یونین نے افغانستان میں فوج داخل کی تو امریکہ کو اچانک پھر پاکستان یاد آ گیا۔ امریکہ نے پاکستان کے کندھے پر بندوق رکھ کر سویت یونین کے خلاف پراکسی وار لڑی۔ اسلحہ اور رقم امریکہ نے فراہم کی لیکن جنگ مکمل طور پر دنیا کے مختلف ممالک سے آئے ہوئے مجاہدین نے پاکستان کی خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی کی قیادت میں لڑی تاہم اس کے ثمرات امریکہ نے سمیٹے۔ پاکستان کو اس جنگ سے کیا حاصل ہوا' اُس کے لئے اُس جنگ کے ہیرو جنرل ضیاء الحق کا یہ تبصرہ کفایت کرے گا کہ ہم نے کوئلوں کی دلالی میں منہ کالا کیا ہے۔ پھر نائن الیون کے سانحہ کے بعد ہم نے امریکہ کا یوں ساتھ دیا کہ افغانستان میں اپنی دوست حکومت کو تباہ و برباد کر کے وہاں اُس شمالی اتحاد کی حکومت بنوادی جو شروع سے ہمارے ازلی دشمن بھارت کا دوست ہے حالانکہ نائن الیون سے متصلاً قبل جب کارگل کی جنگ میں پاکستانی افواج نے مجاہدین سے مل کر بھارتیوں کو ناکوں چنے چبوا دیئے تھے اور خود بھارت نے یہ اعتراف کیا تھا کہ اُسے **1965**ء اور **1971**ء کی بھرپور جنگوں میں اتنا جانی نقصان نہیں اٹھانا پڑا جتنا کارگل کی جھڑپوں میں اٹھانا پڑا ہے تو اس آڑے وقت میں امریکہ کھل کر بھارت کی مدد کو آیا اور اپنے سیٹلائٹ نظام سے بھارت کو پاکستانی افواج اور مجاہدین کی **exact** پوزیشنوں سے مطلع کیا جس سے بھارت نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور پاکستان کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔ بعد ازاں سیاسی اور سفارتی سطح پر زبردست دباؤ ڈال کر پاکستان کو ذلت آمیز معاہدے پر مجبور کیا گیا۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ اپنے اتحادیوں میں سے جو ذلت آمیز سلوک امریکہ نے پاکستان کے ساتھ کیا ہے' کسی کے ساتھ نہیں کیا ہوگا۔ پاکستان کے ساتھ یہ خصوصی سلوک کیوں ہوا' اُس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ پاکستانی حکومت اور عوام امریکیوں کی نفسیات کو سمجھ نہ سکے۔ وہ خالصتاً ایک کاروباری قوم ہے جس میں جذباتیت کو کوئی دخل نہیں۔ اُن کا رویہ کچھ یوں رہا کہ پاکستان نے فلاں معاملے میں ہم سے تعاون کیا' ہم نے اُنہیں مالی اور فوجی ساز و سامان کی مدد دی۔ حساب بے باق ہوا۔ وہ اسے

سفارت کاری کہتے ہیں' ہم دوستوں کے دوست لوگ ہیں اس لئے اسے دوست کی سفا کی سمجھتے ہیں۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے تھا کہ امریکہ جو سرمایہ دارانہ سیکولر جمہوری نظام کو اپنا ایمان سمجھتا ہے' ایک مخالفانہ نظریہ کے حامل ملک کو پکا اور فطری اتحادی کیسے بنا سکتا ہے! ہمیں بھی دوستی یا دشمنی کے چکر میں پڑنے کی بجائے اُس سے Day by day معاملات کرنے چاہئیں تھے۔ ہم نے سیٹو اور سینٹو کا رکن بن کر حماقت عظمیٰ کا مظاہرہ کیا۔ ایسے یکطرفہ معاہدے جو صرف اشتراکیت کا راستہ روکنے کے لئے بنے تھے' ہمیں کیا فائدہ پہنچا سکتے تھے! یہ درست ہے کہ امریکی آسمانی مذہب کو ماننے والے عیسائی تھے اور سویت یونین خدا پر یقین نہ رکھنے والا ایک لامذہب ملک تھا لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ یہ لامذہب سپر پاور ہماری ہمسایہ تھی اور امریکہ بھی کوئی عیسائی ریاست نہیں تھی بلکہ امریکیوں نے مذہب کو دیس نکالا دیا ہوا ہے اور اُن کا اصل ایمان سیکولر جمہوری نظام پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ میں قانون سازی میں مذہب کبھی آڑے نہیں آیا۔ لہٰذا ہمیں شروع ہی سے دونوں سپر پاورز سے تعلقات کے معاملے میں توازن قائم رکھنا چاہئے تھا۔ ہم نے امریکہ کو یہ اجازت دی کہ وہ پشاور کے اڈے سے سویت یونین کی مخبری کے لئے U-2 کو فضا میں چھوڑے اور جوابی طور پر سویت یونین نے نقشہ میں پشاور کے اڈے پر سرخ نشان لگایا۔ بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ غیر جانبدار کانفرنس کے نام سے ایک ایسا ادارہ موجود تھا کہ ہم اُس کی اوٹ میں دونوں سپر پاورز سے اپنے مفاد کے تقاضوں کے مطابق ڈیل کرتے۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اُس دور میں ہم کشمیر کے حوالہ سے اپنی خارجہ پالیسی طے کرتے تھے اور سویت یونین سلامتی کونسل میں کشمیر پر قرارداد کو ویٹو کر دیتا تھا تو پھر ہمیں یہ بھی نوٹ کرنا چاہئے کہ 1962ء میں ہند چینی جنگ کے دوران جب ہمیں کشمیر میں واک اوور مل سکتا تھا تو ہمارے پاؤں میں زنجیریں کس نے ڈالی تھیں اور کس نے ہمیں جنگ کے بعد مذاکرات کا جھانسا دیا تھا! یقیناً وہ سنہری موقعہ ہم امریکہ پر اعتماد کر کے کھو بیٹھے۔ ہماری سفارت کاری اور عالمی سطح پر سیاسی سوجھ بوجھ کا حال یہ ہے کہ نواز شریف کے پہلے دور میں امریکہ عراق پر حملہ کرتا ہے تو مصر اس شرط پر امریکہ سے تعاون کرتا ہے کہ اُس کے قرضے معاف کر دیئے جائیں گے جبکہ پاکستان اپنی افواج مفت میں امریکہ سے تعاون کے لئے خلیج میں بھیج دیتا ہے۔ اصل غلطی یہ نہیں ہے کہ سودے بازی کیوں نہ کی گئی بلکہ یہ ہے کہ عراق اور کویت دونوں اسلامی ممالک تھے' ہم اس تعلق کی بنیاد بنا کر الگ تھلگ کیوں نہ رہے! جب کوئی خود پکے ہوئے پھل کی طرح جھولی میں گر رہا ہو تو دوسرا فائدہ کیوں نہ اٹھائے؟ عالم اسلام کے بارے میں موجودہ خطرناک امریکی عزائم کی کیا بنیاد ہے' اس پر ان شاء اللہ آئندہ تحریر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ (جاری ہے)

مکتوب شکاگو

صدا بہ صحرا!

رعنا ہاشم خان

امریکہ کی جانب سے پاکستان کو سلامتی کے لئے خطرناک ممالک کی فہرست میں "ٹاپ آف دی لسٹ" کئے جانے اور پاکستانیوں پر رجسٹریشن کی پابندی عائد کئے جانے کا یہ موجودہ بحران امریکہ میں موجود پاکستانیوں کو کبھی نہیں بھولے گا۔ رجسٹریشن کے اس قانون کی زد میں آنے والوں کی انگلیوں کے نشانات سے لے کر یخ بستہ سردی میں گھنٹوں قطاروں میں کھڑے رہنے اور معصوم بچوں کے ساتھ کینیڈا کی سرحد تک کے تکلیف دہ مراحل سے گزرنے کا عمل ان پاکستانیوں کے لئے بھی سوہانِ روح ہے جو اس قانون کی دسترس سے محفوظ ہیں۔ غیر قانونی یا نیم قانونی طور پر مقیم افراد کو بیک جنبشِ قلم امریکہ بدر کر دینے کی پالیسی میں صرف پاکستان ہی زیرِ عتاب کیوں آیا شاید یہ طالبان کا خونِ ناحق اور دہشت گردی کے خلاف مہم میں فرنٹ لائن اتحادی بننے کا بہترین صلہ ہے جس کے ذمہ دار بقول قاضی حسین احمد' جنرل مشرف ہیں۔ پاکستان کے سب سے دولت مند اسکولوں کی چین "بیکن ہاؤس" کے مالک اور پاکستان کے وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری کی امریکہ آمد اور امریکی ایوانوں میں انکی آواز کا صدا بہ صحرا ثابت ہونا پہلے سے طے تھا کہ جنرل مشرف فرما چکے تھے کہ یہ مسئلہ اتنا آسان نہیں کہ وزیر خارجہ کے دورے سے حل ہو جائے گا البتہ وزیر خارجہ اتنا ضرور کر سکتے ہیں کہ وہ امریکی حکام سے پاکستانیوں کی رجسٹریشن کے معاملے میں زیادہ سے زیادہ رعائتیں حاصل کر لیں۔ دوسرے لفظوں میں پاکستانی حکام ہمیشہ کی طرح مونگ پھلی کے چند دانوں ہی سے بہل جائیں گے۔ گیارہ ستمبر کے بعد سے اب تک امریکی حکام نے ایک ہزار 256 پاکستانیوں کو امیگریشن قوانین کے تحت گرفتار کیا۔ ان میں سے ایک ہزار افراد کو پاکستان واپس بھیجا جا چکا ہے جبکہ 256 ابھی تک جیلوں میں ہیں۔ مذہبی منافرت میں مبتلا امریکہ نے جن 25 ممالک کو رجسٹریشن کرانے کا حکم دیا ہے' ان میں سے چوبیس ممالک مسلم ہیں۔ نیویارک کے ہنٹر کالج کا ہونہار پاکستانی طالبعلم خرم علی اس قصور میں پکڑا گیا کہ وہ ایرونانکس پڑھ رہا تھا اور امریکہ نہیں چاہتا کہ مسلمان اس قسم کے مضامین میں ملکہ حاصل کریں۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے چاروں شانے چت ہو جانے کا الزام مسلمانوں کے سر تھوپنے والا امریکہ غالباً یہ فراموش کر بیٹھا ہے کہ شکاگو میں امریکہ کی سب سے بلند و بالا عمارت سیئرز ٹاور کو تعمیر کرنے والا ڈاکٹر فضل الرحمن بھی ایک مسلمان ہی تھا۔ نیشنل کونسل آف پاکستانیز کی ایک رپورٹ کے مطابق ایک لاکھ سے زائد پاکستانی امیگریشن قوانین کی بدولت یا تو خود ہی امریکہ چھوڑ جائیں گے وگرنہ ڈی پورٹ کئے جائیں گے۔ یہ ایک لاکھ پاکستانی اکیلے ہی غیر قانونی نہیں ہیں بلکہ دنیا کے اور بھی ملکوں کے باشندے ان پاکستانیوں ہی کی طرح اس امید پر مواقع کی سرزمین امریکہ میں رہ رہے ہیں کہ کسی نہ کسی دن امریکہ ایمنسٹی کا اعلان کر کے امریکن ڈریم کی سہانی تعبیر فراہم کرے گا۔ پاکستانیوں کے لئے فی الوقت یہ امریکن ڈریم اب "نائٹ میئر" بنتا جا رہا ہے کہ پاکستان اور امریکہ کے تعلقات کسی بھی وقت مشکل مراحل میں داخل ہو سکتے ہیں اور جونہی امریکہ عراق سے فارغ ہوگا پاکستانی امریکیوں کی مزید شامت آنا شروع ہو جائے گی۔ امریکی وزیرِ خارجہ اور خورشید قصوری کے درمیان مذاکرات، وعدے، یقین دہانیاں اور ہمدردیاں ہو سکتا ہے کہ کچھ عرصے کے لئے ٹمپریری پروٹیکشن آف اسٹیٹس تو فراہم کر دیں لیکن یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستانی حکام کے "اہم ترین رول" ادا کئے جانے کے باوجود پاکستان اسوقت ہر جگہ سے مصیبتوں کا شکار ہے۔ عزت مآب جنرل پرویز مشرف نے قوم کو یہ مژدہ سنایا تھا کہ گیارہ ستمبر کے بعد عالمی دہشت گردی کے خلاف امریکی شانے سے شانہ ملا کر پاکستان کو نہ صرف "بچا" لیا ہے بلکہ بھارتی حکمرانوں کو نیچا بھی دکھا دیا ہے۔ تازہ ترین حالات و واقعات بتا رہے ہیں کہ ہمارے حکمران کس قدر خوش فہمی کا شکار تھے۔ افسوس کہ یہ خوش فہمی ہمارے تمام حکمرانوں کا مشترکہ شوق اور وطنِ عزیز کی تاریخ کا متواتر حصہ رہی ہے!

☆☆☆

دعائے صحت

جناب احسان اللہ انصاری' معتمد تنظیم اسلامی گجرات کی والدہ محترمہ کچھ عرصہ سے فالج کے مرض میں مبتلا ہیں' ان کے لئے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

امام حسن البنا شہیدؒ

نگہ بلند' سخن دل نواز' جاں پُر سوز

(12 فروری جن کا یوم شہادت ہے)

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کے موقع پر ایک خصوصی مضمون' جس کی سطر سطر سے تحریکیت ٹپکتی ہے!

عالم اسلام کی عظیم اور نابغۂ روزگار شخصیت اور تحریک اخوان المسلمون کے بانی اور پہلے مرشد عام حسن البنا اکتوبر **1906**ء میں مصر کے ایک قصبہ محمودیہ کے غریب دیہاتی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ محمودیہ فلاحین (کسانوں) کی بستی تھی۔ حسن البنا کے والد احمد بن عبدالرحمٰن البنا ازہر کے تعلیم یافتہ تھے۔ وہ دن کا ایک حصہ گھڑی سازی کا کام کر کے روزی کماتے اور بقیہ اوقات فقہ وحدیث کے مطالعہ اور قرآن مجید کی تدریس میں صرف کرتے۔ ان کی سات اولادیں ہوئیں۔ حسن البنا اپنے باپ کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔ والد نے بچپن ہی میں انہیں قرآن مجید حفظ کرا دیا اور ان کی توجہ دینی علوم کے حصول کی جانب مبذول کر دی۔ انہوں نے مدرسہ کی تعلیم کے بعد ٹیچرز ٹریننگ کالج سے سہ سالہ کورس پاس کیا اور قاہرہ کے دارالعلوم (موجودہ قاہرہ یونیورسٹی) سے ڈپلومہ حاصل کیا۔

حسن البنا نے اپنی عملی زندگی کی ابتدا اسماعیلیہ کے ایک مدرسہ میں مدرس کی حیثیت سے کی۔ ان میں بچپن ہی سے دین کا شعور اور اس کا حرکی تصور رچا بسا تھا' جس میں عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا رہا۔ وہ دین کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔

یہی ہے مختصراً حکمت ولی اللہ
جمے تو مدرسہ و خانقاہ' اٹھے تو سپاہ

امام حسن البنا کہتے ہیں:

"جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اسی ایک مقصد کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے اور اسی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے کہ لوگوں کو حقیقی اور عملی اسلام کی طرف بلایا جائے ـــــ میرے یہ خیالات عرصہ تک میرے اپنے دل کی باتیں بنی رہیں۔ یہ میری روح مضطر کی مناجاتیں تھیں ـــــ رفتہ رفتہ اپنے اطراف کے بہت سے لوگوں میں یہ باتیں پھیلائیں اور اس طرح اس فکر نے انفرادی دعوت کی شکل اختیار کر لی اور یہ خیالات وعظ وتقریر کی صورت میں اشاعت پذیر ہونے لگے۔"

مذہبی جھگڑوں سے بیزار ہو کر ابتدا میں انہوں نے مسجدوں کی بجائے قہوہ خانوں کو اپنی دعوت کا ہدف بنایا اور اسماعیلیہ کے تین قہوہ خانوں کو منتخب کیا۔ وہ وہاں جاتے'

قاضی عبدالقادر

لوگوں کو جھنجوڑتے اور انہیں جہالت کی تاریکی سے ایمان کے نور کی طرف دعوت دیتے۔ ان کے الفاظ میں:

"اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم نے کتنی راتیں قوم کی عام حالت اور زندگی کے مختلف شعبوں میں اس کی موجودہ پستی پر غور فکر میں گزار دیں۔ امراض وعلل کی تشخیص کی' علاج کی تدبیریں سوچیں اور شدت تاثر سے رو رو دیا۔ ہمیں بڑا ہی تعجب ہوتا جب ہم یہ دیکھتے کہ ایک طرف تو ہم پورے خلوص اور بے نفسی کے ساتھ ان کاموں میں لگے ہیں اور دوسری طرف دنیا کے سارے کاموں سے فارغ اور نشہ غفلت کے متوالے قہوہ خانوں اور بدکاری کے اڈوں کے چکر لگا رہے ہیں۔ اگر تم ان میں سے کسی سے پوچھو کہ آخر اس بے فائدہ بیٹھک کا مقصد کیا ہے تو وہ پوری بے باکی سے تمہیں جواب دے گا کہ "میں وقت کاٹ رہا ہوں"۔ غریب اتنا نہیں سمجھتا کہ جو وقت کاٹتا ہے وہ خود اپنی زندگی کے درخت پر تیشہ چلاتا ہے اس لئے کہ "وقت ہی زندگی ہے"۔

یوں تو ہونے کو گلستاں بھی ہے ویرانہ بھی ہے
دیکھنا یہ ہے کہ ہم میں کوئی دیوانہ بھی ہے

مارچ **1928**ء میں اسماعیلیہ کے معزز اور باشعور لوگوں کی ایک جماعت حسن البنا کے گھر پر جمع ہوئی۔ یہ جماعت چھ افراد پر مشتمل تھی۔ یہ لوگ دین حق کے لئے کام کرنے کا عزم لے کر آئے تھے۔ انہوں نے قیادت اور رہنمائی کا کام حسن البنا کو سونپا اور دین حق کے قیام کے لئے کام کرنے اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کی بیعت کی۔ انہوں نے جماعت کا نام "الاخوان المسلمون" (مسلمان بھائی ہیں) رکھا اور یوں اس جماعت کی تاسیس عمل میں آئی۔

"پوری زندگی کو اسلام کے رنگ میں رنگ دو" اس جماعت کا مشن تھا۔ اس طرح یہ کارواں جادہ پیما ہو گیا۔ بعض لوگوں کی شدید تنقید کے باوجود حسن البنا کی قیادت میں یہ خاموش سیلاب بہتا رہا۔ حسن البنا کے الفاظ میں:

"جماعت کے کارکنوں نے کوئی قصبہ اور بستی ایسی نہیں چھوڑی جہاں وہ نہ پہنچے ہوں۔ مسجدوں میں' گھروں میں اور چوپالوں میں جا جا کر انہوں نے دعوت پھیلائی۔"

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بسے
شرطِ اولِ قدم اینست کہ مجنوں باشی

یہ عجیب اتفاق ہے کہ خلافت کے ادارہ کے خاتمہ کے کچھ عرصہ کے بعد عالم اسلام میں احیائے اسلام کی تحریکیں ایک ساتھ اٹھیں۔ مصر اور عالم عرب میں امام حسن البنا اور ان کی اخوان المسلمون' برصغیر پاک و ہند میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی جماعت اسلامی' انڈونیشیا میں مسجومی پارٹی' ایران میں نواب صفوی (جنہوں نے قاہرہ میں اخوان کے ہیڈ کوارٹر کا دورہ بھی کیا) اور ترکی میں علامہ سعید نورسی کی تحریک ـــ ؏ ہے ایک ہی نغمہ کہیں اونچا کہیں مدھم!

تاسیس جماعت کے بعد حسن البنا پانچ سال تک اسماعیلیہ میں رہے۔ اس کے بعد **1933**ء میں قاہرہ منتقل ہو گئے۔ دارالحکومت میں قیام سے دعوت کی اشاعت میں بہت تیزی آ گئی۔ جلد ہی وہاں اخوان کا باقاعدہ ہیڈ کوارٹر قائم ہو گیا اور ملک کے مختلف شہروں اور قریوں میں اس کی شاخیں قائم ہو گئیں۔

اخوان المسلمون کا عقیدہ کیا ہے؟ حسن البنا کے الفاظ میں اخوان کا اعتقاد یہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات اور اس کے احکام دنیوی اور اخروی دونوں زندگیوں سے متعلق ہیں۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کی تعلیمات زندگی کے روحانی پہلو یا انفرادی عبادات کی حد تک محدود ہیں اور دوسرے شعبۂ حیات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے وہ سخت غلطی پر ہیں۔

''اسلام عقیدہ بھی ہے اور عبادت بھی' وطن بھی ہے اور نسل بھی' دین بھی ہے اور سیاست بھی' روحانیت بھی ہے اور عمل بھی۔ قرآن بھی ہے اور تلوار بھی''۔

میری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں' میں اسی لئے نمازی

امام حسن البنا نے اخوان کی امتیازی خصوصیات یہ بیان کی ہیں:

1۔ فقہی اختلافات سے دوری
2۔ اکابر اور ارباب جاہ سے بے نیازی
3۔ سیاسی پارٹیوں اور انجمنوں سے اجتناب (جو صرف دنیوی کام کرتی ہیں)
4۔ ٹھوس' تعمیری اور تدریجی طریق عمل
5۔ اشتہار اور اعلان کے بجائے خاموش عملی کام
6۔ نوجوان نسل کا اس کی جانب جوق در جوق رجوع
7۔ شہروں اور دیہات میں دعوت کا تیزی سے پھیل جانا

ٹھوس' تعمیری اور تدریجی طریق عمل کی تشریح حسن البنا یوں کرتے ہیں:

''آپ کا راستہ ایک متعین راستہ ہے۔ اس کے خطوط اور حدود متعین ہیں۔ ان حدود سے تجاوز مجھے پسند نہیں' جن کے بارے میں مجھے پورا اطمینان ہے کہ یہ منزل تک پہنچنے کا سب سے زیادہ محفوظ راستہ ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس طرح آپ کا راستہ بہت طویل ہو جائے گا لیکن اس کے سوا کوئی دوسری صورت بھی نہیں۔ مردانگی تو صبر' کوشش اور مسلسل خاموش کام ہی میں ہے۔ جو کوئی پکنے سے پہلے ہی پھل کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے اور وقت سے پہلے ہی اسے توڑنے کی کوشش کرتا ہے تو میں اُس کی اس جلد بازی کے حق میں نہیں۔ اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ اس دعوت کو چھوڑ کر دوسری تحریکوں کا رخ کرے جہاں اس کے جذبۂ عجلت پسندی کی تسکین کا سامان ہو سکتا ہے۔ جو ہمارے ساتھ صبر سے کام لیتا ہے یہاں تک کہ بیج نشوونما پائے' درخت برگ و بار لائے' پھل اچھا ہو' اس کے توڑنے کا وقت آ جائے تو اس کا اجر اس کے اللہ کے پاس ہے۔ یا تو کامیابی و کامرانی اور حکومت و شوکت ہمارے قدم چوم لے گی یا مرتبۂ شہادت و سعادت سے ہم بہرہ مند ہوں گے''۔

وہ مزید فرماتے ہیں:

''جذبات کی ہیجان انگیزیوں کو عقل کی لگام دے رکھو اور عقل کی خاموش چنگاریوں کو جذبات کی آگ سے بھڑکاؤ۔ تخیل کو حقیقت و واقعیت کا پابند بناؤ اور حقیقتوں کو اپنے تابناک تخیل کی روشنی میں دیکھو۔ کسی ایک سمت بھی اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری سمت سے بالکل غافل ہو جاؤ۔ قوانین فطرت سے ٹکراؤ نہیں بلکہ انہیں اپنا مغلوب کر لو۔ ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ ان کے بہاؤ کی سمت کو بدل دو۔ ان سے ایک دوسرے کے مقابلہ میں کام لو اور فتح و نصرت کے متوقع رہو جو تم سے زیادہ دور نہیں''۔

حدیث بے خبراں ہے تو بازمانہ بساز
زمانہ با تو نہ سازد تو بازمانہ بساز

حسن البنا مزید فرماتے ہیں:

''پس اپنے آپ کو تیار کرو' اپنے نفس کی صحیح تربیت کرو اور اسے جانچتے رہو۔ اسے سخت اور مسلسل عمل کی بھٹی سے گزارو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عمل کی بھٹی نفس انسانی پر بہت ہی شاق ہے ــــ خواہشات اور عادات کو لگام دے رکھو۔ جس وقت تم میں سے تین سو کتیبے (شب بیداری کے تربیتی حلقے) ایسے ہو جائیں جن میں سے ہر ایک اپنے آپ کو تیار کر چکا ہو' روحانی طور پر ایمان اور عقیدہ کی تربیت کر لی ہو' فکری طور پر علم و ثقافت کے جوہر سے آراستہ ہو اور جسمانی طور پر ریاضت اور عسکری تربیت کے مرحلہ سے گزر چکا ہو ــــ اس وقت تم مجھ سے مطالبہ کر سکتے ہو کہ تمہیں لے کر سمندر کی پہنائیوں کو چیر جاؤں' آسمان کی بلندیوں کو جا لوں اور ہر باطل قوت سے ٹکرا جاؤں۔ ان شاء اللہ مجھے اس میں کوئی باک نہیں ہو گا''۔

یہ آرزو بھی بڑی چیز ہے مگر ہمدم
وصالِ یار فقط آرزو کی بات نہیں

سعادت و کامیابی اور شقاوت و نامرادی کے بارے میں حسن البنا فرماتے ہیں کہ:

''سعادت و کامیابی انسان سے خارج کوئی چیز نہیں بلکہ خود اس کے دل سے پھوٹتی اور اس کے ضمیر کے سوتوں سے نکلتی ہے۔ اسی طرح انسان کو گھیرنے والی شقاوت و نامرادی بھی جس سے وہ بھاگتے ہیں' خود ان کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے اور ان کی اپنی جانیں ہی اس کا سبب ہوتی ہیں۔ فلسفۂ اجتماع کے سلسلہ میں شاعر کتنی گہری بات کہہ گیا ہے: سچ یہ ہے کہ شہر اپنے رہنے بسنے والوں کی زیادتی کی وجہ سے تنگ نہیں ہو جاتے بلکہ لوگوں کے اخلاق کی خرابیاں ہوتی ہیں جن کی وجہ سے زمین باوجود اپنی وسعتوں کے تنگ ہو جاتی ہے''۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اشتہار اور اعلان کی بجائے خاموش عملی کام کے بارے میں امام حسن البنا اپنے ایک ''اخ'' (رکن) کے کام کی مثال یوں دیتے ہیں:

''بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اخوان کا ایک داعی جمعرات کی شام (کام سے فارغ ہونے کے بعد) اپنے تبلیغی دورہ پر نکلتا ہے۔ عشاء کے وقت وہ منیا میں ہوتا ہے جہاں وہ لوگوں سے خطاب کرتا ہے۔ نماز جمعہ کے وقت وہ منفلوط پہنچ کر خطبہ دیتا ہے۔ عصر کے وقت وہ اسیوط میں لوگوں سے خطاب کرتا ہے اور مغرب کے بعد سوہاج میں اس کی تقریر ہوتی ہے۔ پھر وہ اپنے مقام پر لوٹ آتا ہے اور قاہرہ میں سویرے ہی اپنے دوسرے ہم پیشہ بھائیوں سے پہلے اپنے کام پر پہنچ جاتا ہے۔ اس طرح ایک داعی تیس گھنٹوں میں ملک کے مختلف گوشوں کے چار جلسوں میں شریک رہتا ہے۔ پھر وہ پورے ضمیر کے سکون اور قلب کے اطمینان کے ساتھ اس توفیق الٰہی پر خدا کا شکر بجالاتے ہوئے واپس لوٹتا ہے اور سوائے ان کے جنہوں نے اس کی تقریریں سنیں' اور کوئی اس کی سرگرمیوں سے واقف نہیں ہوتا۔ اگر اخوان کے سوا کوئی دوسرا ایسے کام انجام دیتا تو دنیا بھر میں اس کا ڈھنڈورا کرتا''۔

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر

لوگ اخوان کے ظاہری کاموں کو دیکھ کر متناقض سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اس کی وضاحت حسن البنا یوں کرتے ہیں:

''لوگ دیکھتے ہیں کہ ایک ''اخ'' محراب میں تو انتہائی خشوع وخضوع سے گریہ وزاری کرتا ہوتا ہے اور تھوڑی دیر بعد وہی اس شان سے درس دیتا اور وعظ کرتا ہوتا ہے کہ اس کی پُرشور واعظانہ تنبیہیں حاسۂ سماعت کو ہلا ہلا دیں۔ پھر کچھ دیر بعد اسی کو آپ ورزش کرتا' گیند پھینکتا' دوڑتا یا تیرنے کی مشق کرتا ہوا پاتے ہیں۔ اس کے بعد یہی شخص ہو گا جو اپنی دوکان یا کارخانہ میں پوری امانت و اخلاص سے اپنے کام میں مشغول دکھائی دیتا ہے۔ یہ مختلف قسم کے کام ایسے ہیں جنہیں لوگ ایک دوسرے سے متناقض گمان کرتے ہیں۔ ان کے فہم سے یہ بعید بات ہے کہ ان کاموں کا آپس میں میل بھی ہو سکتا ہے۔ کاش انہیں معلوم ہو سکتا کہ اسلام ان سب متناقض کاموں کو جمع کرتا ہے۔ جمع کرنے کا حکم اور ترغیب دیتا ہے تاکہ ان میں ظاہراً و معناً ہم آہنگی پیدا ہو جائے''۔

اخوان کے جز عتی اخراجات و مصارف کس طرح

پورے ہوتے ہیں' اس کی وضاحت امام حسن البنا اس طرح کرتے ہیں:

"بہت سے لوگ پوچھتے ہیں کہ اخوان دعوت و تبلیغ کے لئے اتنے مصارف و اخراجات کا بار کیسے برداشت کرتے ہیں جو غریب سے غریب مال دار طبقہ کے بس سے بھی باہر ہیں۔ یہ لوگ جان لیں اور ان کے علاوہ سب ہی کھلے کانوں سن لیں کہ اخوان المسلمون اس بات سے بھی دریغ نہیں کرتے کہ دعوت کے لئے اپنے اور اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کاٹ کر ایثار کریں۔ گاڑھے پسینے کی کمائی اس راہ میں بہا دیں اور تعیشات اور غیر ضروری اخراجات تو ایک طرف' زندگی کی لازمی ضروریات تک کو پسِ پشت ڈال دیں"۔

وہ مزید فرماتے ہیں:

"آج تک مکتب ارشاد عام (مجلس شوریٰ) نے کسی حکومت سے بھی کوئی اعانت قبول نہیں کی۔ وہ اس پر فخر کرتا ہے اور پورے چیلنج کے ساتھ کہتا ہے کہ اس مکتب کے خزانہ میں ارکان کے سوا کسی اور کی جیب سے ایک قرش بھی نہیں آیا"۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

مندرجہ بالا اقتباسات امام حسن البنا شہید کی اس طویل تقریر سے لئے گئے ہیں جو موصوف نے جماعت الاخوان کے پانچویں اجلاس میں کی تھی جو اخوان کی تاسیس کے ٹھیک دس سال بعد 1938ء (1357ھ) میں منعقد ہوا تھا۔ اب ایک آخری اقتباس اور ملاحظہ فرمایئے جو حسن البنا کے اجتماع کے اختتامی خطاب سے لیا گیا ہے۔ اللہ پر ایمان' دنیائے فانی کے اسباب زینت سے بے نیازی' ہمیشہ رہنے والے گھر کی اہمیت و اولیت' حق کی راہ میں نفسی و جانی و مالی قربانی' اللہ کے راستہ میں موت کی تمنا اور ان تمام امور میں قرآن کے بتائے ہوئے طریقے کی پیروی' نفوس کی اصلاح' دعوت کو مرکز و محور بنانے اور امت کو خیر و سلامتی کی راہ پر لے جانے کا بیان کرنے کے بعد وہ فرماتے ہیں:

"ایہا الاخوان المسلمون! یاس اور نا امیدی کو اپنے پاس بھی نہ آنے دو۔ ناامیدی ایک مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔ آج کی حقیقتیں کل کے خواب تھے اور آج جنہیں خواب و خیال کی باتیں سمجھا جاتا ہے وہ کل حقیقتیں ہو کر رہیں گی۔ ابھی وقت ہاتھ سے نہیں گیا اور ابھی باوجود فساد انگیز ماحول کے مسلمان عوام کے دلوں میں سلامتی کے عناصر زندہ اور طاقتور ہیں۔ کوئی کمزور زندگی بھر کمزور نہیں رہے گا اور زور آور ہمیشہ کے لئے اپنی قوت و اقتدار کی گارنٹی نہیں لکھوا لایا۔ زمانہ کی کوکھ سے بڑے تکلیف دہ حوادث و واقعات جنم لینے والے ہیں اور ایسے ماحول میں عظیم تر کاموں کے مواقع پیدا ہو رہے ہیں۔ دنیا تمہاری دعوت کی منتظر ہے تاکہ اسے اپنے مسلسل کرب و آلام سے چھٹکارا حاصل ہو سکے۔ اب اقوام عالم کی قیادت کے منصب پر تم ہی فائز کئے جاؤ گے ﴿وتلک الایام نداولها بین الناس﴾ (آل عمران) "اور یہ دن باری باری بدلتے رہتے ہیں ہم ان کو لوگوں میں"۔ پس کمر ہمت باندھو اور میدانِ عمل میں آگے بڑھو' اس لئے کہ پھر کل تمہیں اس کا موقع نہیں ملے گا اور کفِ افسوس ملتے رہ جاؤ گے۔ میں نے تم میں سے عجلت پسندوں کو کہا تھا کہ وہ کچھ توقف کریں اور حالات و زمانہ کی رفتار کا انتظار کریں اور اب ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے والوں کو کہتا ہوں کہ وہ اٹھیں اور قدم آگے بڑھائیں' اس لئے کہ جہاد کے ساتھ راحت و آرام کا تصور نہیں ہو سکتا...... "اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سجھا دیں گے اُن کو اپنی راہیں۔ بے شک اللہ ساتھ ہے نیکی کرنے والوں کے"۔ (العنکبوت) بس ہمیشہ آگے قدم بڑھائے جاؤ...... واللہ اکبر وللہ الحمد"۔

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

اور

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

1938ء میں اخوان کا پانچواں اجتماع ہوا تھا جس میں حسن البنا کی طویل تقریروں کے اقتباسات آپ نے پڑھے جن میں اخوان' ان کے مقصد' طریق کار اور امتیازی خصوصیات کا سرسری جائزہ لیا گیا ہے۔

1939ء سے لے کر 1945ء تک سیاسی لحاظ سے اخوان کی دعوت ایک نئے مرحلہ میں داخل ہو گئی۔ اس کی سرگرمیوں اور پروگراموں میں غیر معمولی وسعت پیدا ہو گئی اور اخوان کے اندر قاہرہ یونیورسٹی اور الازہر یونیورسٹی کے طلباء جوق در جوق شامل ہونے لگے۔ مختلف پیشہ ور عناصر جن میں مزدور' تاجر' صنعت کار' کاروباری لوگ' انجینئر' ڈاکٹر' ٹیچر اور وکیل شامل تھے اس جماعت سے وابستہ ہو گئے۔ اس دور میں تحریک اپنے عروج کو پہنچی۔ صرف مصر کے اندر اخوان کے فعال کارکنوں کی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ گئی۔ رہے حامی اور ہمدرد اور متفق تو ان کی تعداد فعال کارکنوں سے کئی گنا زائد تھی۔ اسی طرح مصر کے اندر اخوان کی شاخوں کی تعداد دو ہزار اور سوڈان کے اندر پچاس ہو گئی۔ دوسرے عرب ممالک میں بھی متعدد شاخیں کھولی گئیں اور حالت یہ ہو گئی کہ رع رکتا نہیں تھا کسی سے سیل رواں ہمارا۔ "الاخوان" کے نام سے روزنامہ اور دیگر جرائد نکالے گئے۔ ستمبر 1945ء میں اخوان کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا جس میں دیگر کارروائی کے علاوہ اخوان نے اپنے مرشد حسن البنا سے از سرِ نو تجدید بیعت کی اور انہیں تاحیات اپنا سربراہ منتخب کر لیا۔ لیکن پھر یہی وہ دور تھا جب اخوان کے لئے آزمائشوں اور آلام کے دروازے بھی کھل گئے۔ 1938ء کے اجتماع میں حسن البنا نے کہا تھا کہ زمانہ کی کوکھ سے بڑے تکلیف دہ حوادث و واقعات جنم لینے والے ہیں' چنانچہ ان کا دور شروع ہو گیا۔

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

چوں می گویم مسلمانم بہ لرزم
کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

دیکھتے ہی دیکھتے اخوان ایسی قوت بن گئے جنہیں اب نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ انگریزی استعمار' یہودی دماغ' مصر کی کٹھ پتلی حکومت اور شاہ فاروق کے نہ صرف کان کھڑے ہوئے بلکہ سب اس روز افزوں قوت سے لرزہ براندام تھے۔

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہ کامل نہ بن جائے

پہلی آزمائش حسین سری پاشا کے دورِ وزارت میں ہوئی جب برطانوی سفارت خانہ اور انگریزی ہائی کمان نے حکومت پر دباؤ ڈالا کہ وہ کسی طریقہ سے اخوان کے سیلاب کو روکے۔ اُس نے اخوان کے رسائل و جرائد اور اجتماعات پر پابندی' پریس کی ضبطی اور اس طرح کے متعدد اقدامات کئے البتہ نحاس پاشا کے دورِ وزارت میں پالیسی نرم ہو گئی۔ لیکن 1944ء میں نحاس پاشا کی حکومت کی برطرفی کے بعد احمد ماہر پاشا نے وزارت بنائی اور اخوان پر تشدد شروع کر دیا۔ احمد ماہر پاشا نے جرمنی اور اٹلی کے خلاف جنگ میں شمولیت کا اعلان کیا تو ملک میں اس کی شدید مخالفت ہوئی۔ مظاہرے ہوئے اور بالآخر ایک نوجوان نے اُسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد نقراشی پاشا کی حکومت آ گئی۔ اُس نے آتے ہی حسن البنا اور اخوان کے جنرل سیکرٹری سمیت دوسرے لیڈروں کو گرفتار کر لیا۔ عشق اپنے مجرموں کو سوئے زنداں لے چلا۔ 1945ء میں جنگ عظیم دوم ختم ہونے کے بعد اخوان ایک اور شدید تر آزمائش میں داخل ہو گئے۔ انگریزوں نے ہندوستان کی طرح مصری قوم سے بھی وعدہ کیا تھا کہ جنگ ختم ہونے کے بعد انہیں آزاد کر دیا جائے گا۔ چنانچہ جنگ ختم ہونے کے بعد اخوان نے برطانیہ سے ملک خالی کرنے کا مطالبہ کر دیا اور انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد کر کے پورے ملک میں آزادی کی آگ بھڑکا دی۔ نقراشی پاشا اس تحریک کا مقابلہ نہ کر سکا اور مستعفی ہو گیا۔ اسماعیل صدقی پاشا نے حکومت سنبھالی۔ اُس نے بھی

اخوان پر ایک شدید وار کیا۔ پھر وہ بھی مستعفی ہو گیا اور نقراشی پاشا نے دسمبر **1946**ء میں دوبارہ حکومت سنبھالی' جس کی اخوان سے برابر کشمکش چلتی رہی۔ اسرائیل کے قیام کے بعد مئی **1948**ء میں اخوان نے اس کے خلاف اعلانِ جہاد کر دیا اور اپنے ہزاروں رضا کار مجاہدین فلسطین بھیج دیئے جنہوں نے جواں مردی اور سرفروشی اور شجاعت کے ایسے حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے کہ یہودی اور انگریز دونوں انگشت بدنداں رہ گئے اور اُن کے اوسان خطا ہو گئے۔ انگریزوں کے شدید دباؤ کے بعد نقراشی پاشا نے دسمبر **1948**ء میں اخوان کو خلاف قانون جماعت قرار دے دیا۔ اس اقدام سے اخوان پر ظلم وستم کا بازار گرم ہو گیا۔ ہزارہا نوجوانوں کو پابند سلاسل کر دیا گیا اور اُن پر طرح طرح کے مظالم توڑے گئے۔ جماعت کے تمام مراکز اور ادارے ضبط کر لئے گئے۔

آگ بجھی ہوئی اِدھر' ٹوٹی ہوئی طناب اُدھر
کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں

انہی ہنگاموں کے دوران نقراشی پاشا ایک نوجوان کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اس کے بعد ابراہیم عبدالہادی پاشا وزارتِ عظمیٰ کی گدی پر براجمان ہوا۔ اس نے تو رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ اخوان کے ہزاروں کارکنوں کی پکڑ دھکڑ پھر شروع ہو گئی اور اُن پر شدید مظالم ڈھانے شروع کر دیئے' جسے انہوں نے صبر سے جھیلا۔ ع جتنے وہ ستم فرماتے ہیں سب عشق پہ آساں ہوتے ہیں۔ لیڈروں کو بھی پکڑ لیا لیکن حسن البنا کو "ایک اور وجہ" سے گرفتار نہیں کیا۔ کلائمکس اس کا یہ تھا کہ **12** فروری **1949**ء کی شام کو امام حسن البنا مرشد عام' ایک پیکرِ صدق و وفا' کوہِ عزم و وفا' مشعل بردار دین مبین اور داعی علم و یقین کو قاہرہ کی ایک پُر رونق شاہراہ پر دن دہاڑے شہید کر دیا گیا۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

اُن کو شہید کرنے کے لئے انگریز' یہودی' مصر کی حکومت اور شاہ فاروق سب کو گھناؤنی سازش تیار کرنا پڑی۔ حسن البنا کی شہادت کے بعد انہوں نے گھی کے چراغ جلائے اور اپنی دانست میں سمجھ لیا کہ اب انہوں نے اخوان کی تحریک کو ختم کر دیا ہے۔

حد تو یہ ہے کہ حسن البنا کی میت کا محاصرہ کر لیا گیا۔ شہید کے بوڑھے باپ شیخ احمد البنا نے تن تنہا نماز جنازہ ادا کی۔ میت کو ان کے گھر کی مستورات نے آخری آرام گاہ تک پہنچایا۔ کسی اللہ کے بندہ کو قریب نہیں آنے دیا گیا اور نہ ہی تعزیت کرنے دی۔ لاکھوں کارکنوں کی آنکھ کا تارہ اکیلے ہی عالمِ آخرت کو سدھار گیا۔

زعیم مصر حسن البنا ؒ ـــــــ شہید ملت

مراکش' الجزائر کی بہاریں یاد کرتی ہیں
ابھی تک قاہرہ کی رہگزاریں یاد کرتی ہیں

ترے اخوان ابتک منتظر ہیں تیری آمد کے
کہ تجھ کو تیری زندہ یادگاریں یاد کرتی ہیں

عراقی مرغزاروں کی فضائیں یاد کرتی ہیں
فلسطین کے افق کی بھی گھٹائیں یاد کرتی ہیں

ترا سینہ کہ اک آتش کدہ تھا سوزِ ملت کا
تجھے لبنان کی ٹھنڈی ہوائیں یاد کرتی ہیں

کہیں خارا شگافی کی' کہیں آئینہ سازی کی
کہ تو میدان کا غازی بھی تھا مسجد کا نمازی بھی

ترے کردار میں تھا امتزاجِ شعلہ و شبنم
سراپا سعیٔ پیہم بھی مجسم پاکبازی بھی

یقیں کی آتشِ خاموش کو بھڑکا دیا تو نے
کہ مصری نوجوانوں کا لہو گرما دیا تو نے

خرد کہتی رہی ٹھہرو' بہت نازک زمانہ ہے
سفینہ کو مگر طوفان سے ٹکرا دیا تو نے

اگر یہ واقعہ ہے مذہب اسلام زندہ ہے
تو پھر کیا ڈر ہے تُو زندہ ترا پیغام زندہ ہے

(ماہر القادری)

گل فسردہ ہوئے بلبل کی زباں بند ہوئی
بے کسی ساتھ لئے باغ میں صیاد آیا

حسن البنا کی کل عمر صرف **43** سال ہوئی ہے۔ الاخوان کی تاسیس **1928**ء میں عمل میں آئی' گویا اپنی مختصر سی عمر میں **20** سال کے اندر اس مردِ مجاہد نے ایک ایسی عظیم الشان تحریک برپا کر دی جس نے مصر اور عرب ممالک کی تاریخ کا دھارا بدل کر رکھ دیا۔ وہ قوم جو "جاہلیت" کے نرغہ میں جا چکی تھی اُسے دوبارہ اسلام کی طرف موڑ دیا۔ الحاد و اباحیت میں ڈوبے اور وطنیت' قومیت اور جاہلی افکار کے علم بردار نوجوانوں کی ایسی کایا پلٹی کہ اب اُن کی زبانوں پر یہ نعرہ تھا:

☆ **الله غايتنا** ...... اللہ کی خوشنودی ہمارا اصل مدعا ہے
☆ **الرسول زعيمنا** ...... رسولؐ ہمارا قائد ہے
☆ **القرآن دستورنا** ...... قرآن ہمارا دستور ہے
☆ **الجهاد سبيلنا** ...... جہاد ہمارا راستہ ہے
☆ **الموت في سبيل الله اسمىٰ اما نينا** ...... اللہ کی راہ میں جان دے دینا ہماری بلند ترین آرزو ہے۔

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا ضیاع ہے سو ایسا ضیاع نہیں

اُن کی شہادت کے واقعہ پر مصر کے نامور عالم دین شیخ محمد الغزالی نے ان الفاظ میں اظہار خیال کیا:

"قاتل کی گولی نے ایک ایسے جسم کو چیرا جسے خشوع و خضوع سے لبریز عبادت نے چکنا چور کر رکھا تھا' جو طول قیام اور طول سجود کے سبب سے بے حد گھل چکا تھا' جو راہِ خدا میں مسلسل سفروں سے غبار آلود ہو چکا تھا' جس کی پیشانی پے در پے دوروں کی وجہ سے بے پناہ خستگی کی غمازی کر رہی تھی"۔

سفاک قاتل کی یہ گولی اس وجود کے لئے ایک ابدی آرام لے کر آئی' وہ ابدی آرام جس کی خبر رسولِ اکرمؐ نے دیتے ہوئے فرمایا کہ:

"مومن جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو تکالیف و آلام سے نجات پا کر آرام و راحت کی دنیا میں منتقل ہو جاتا ہے"۔

سرخی راہ مغیلاں یہ پتہ دیتی ہے
تیرے دیوانے اِدھر آئے یہاں تک پہنچے

امام حسن البنا کی شہادت کے بعد بھی اخوان پر ظلم و تشدد اور ابتلا کا دور ختم نہیں ہوا بلکہ اب تک جاری ہے۔ مصر میں شاہ فاروق کی حکومت ختم کرنے اور پُر امن فوجی انقلاب کے پس پشت دراصل اخوان ہی کی طاقت تھی۔ کرنل جمال عبدالناصر اور اُس کے رفقاء کا اخوان کے حلقوں سے رابطہ تھا۔ جمال عبدالناصر بہت چالاک تھا۔ فوجی انقلاب کے بعد کچھ عرصہ تک تو اس نے اخوان سے اچھے تعلقات رکھے لیکن بعد میں اُس نے اپنی "اصلیت" ظاہر کرنی شروع کر دی۔ اخوان کے ہمدرد اور ایک شریف انسان فوجی انقلابی کونسل کے سربراہ جنرل محمد نجیب کو معزول کر کے خود تمام اختیارات کا مالک بن بیٹھا اور اخوان کے ساتھ لڑائی چھیڑ دی۔ اُس نے اخوان پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑ دیئے جس کی نظیر تاریخ انسانی میں کم ہی ملے گی۔ اخوان

کو کچلنے کے لئے اُن پر ایک بے سروپا الزام تھوپ کر جمال عبدالناصر نے اخوان کی صف اول کے چھ زعماء کو 7 دسمبر 1954ء کو پھانسی کے تختہ پر چڑھا دیا' جن کے نام یہ ہیں:

(1) محمود عبداللطیف (جن پر ایک جلسہ میں جمال عبدالناصر پر گولی چلانے کا الزام تھا)

(2) یوسف طلعت (ممتاز تاجر اور شام کی تنظیم کے نگراں)

(3) ابراہیم طیب (اخوان کی خفیہ تنظیم کے سربراہ)

(4) ہنداوی ودیر (معروف ایڈووکیٹ)

(5) محمد فرغلی (عظیم مجاہد جن کے سر کی قیمت انگریزوں نے پانچ ہزار پونڈ رکھی تھی)

(6) شیخ عبدالقادر عودہ (مصری عدالت عالیہ کے سابق جج' اخوان کی تحریک کے فکری رہنما اور جنرل سیکرٹری)

ساتویں ملزم اخوان کے دوسرے مرشد عام شیخ حسن الھضیبی تھے۔ انہیں بھی موت کی سزا سنائی گئی تھی لیکن غالباً ضعیف العمری کی وجہ سے عمر قید میں تبدیل کر دی گئی۔

ستونِ دار پہ رکھتے چلو سروں کے چراغ
جہاں تلک بھی ستم کی سیاہ رات چلے

یہ لوگ موت کی طرف غیر معمولی شجاعت کے ساتھ لپکے۔ آخری خواہش پوچھنے پر نفل نماز ادا کی' اللہ کا شکر ادا کیا جس نے انہیں شہادت کا درجہ دیا۔ عالی ظرفی کی انتہا یہ کہ اپنے قاتلوں تک کو معاف کر دیا اور مسکراتے ہوئے تختۂ دار چوم لیا۔ بقول عرشی بھوپالی ؎

تختۂ دار محبت کی سزا ٹھہری ہے
جان لینا میرے قاتل کی ادا ٹھہری ہے
ساتھیو! ٹوٹ پڑو چھین لو ساقی سے ایاغ
کب سے میخانہ پہ رنگین گھٹا ٹھہری ہے

اس کے تقریباً بارہ سال بعد 25 اگست 1966ء کو اخوان کے عظیم رہنما' اعلیٰ علمی شخصیت اور مایۂ ناز تفسیر "فی ظلال القرآن" (جو جیل میں تحریر کی گئی) کے مصنف سید قطب پر جھوٹے الزامات لگا کر اور فوجی عدالت میں مقدمہ چلا کر جہاں:

بنے ہیں اہل ہوس مدعی بھی منصف بھی
کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں

اور

نرالی ہے عدالت مدعی خود جس کے قاضی ہیں
یہاں جو بے خطا نکلے اُسے چھوڑا نہیں کرتے

موت کا فیصلہ سنا کر تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا۔ اور یوں وہ شہادت کا درجہ پا گئے جو ہر مسلمان کی طرح اُن کی دلی تمنا تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک و خوں غلطیدند
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

جگر مراد آبادی نے کیا خوب کہا ہے۔

جو حق کی خاطر جیتے ہیں مرنے سے کہیں ڈرتے ہیں جگر
جب وقت شہادت آتا ہے دل سینوں میں رقصاں ہوتے ہیں
یہ خون جو ہے مظلوموں کا ضائع تو نہ جائے گا لیکن
کتنے وہ مبارک قطرے ہیں جو صرف بہاراں ہوتے ہیں

اخوان کا دورِ ابتلاء ابھی تک ختم نہیں ہوا بلکہ جاری ہے۔ نامساعد حالات اور شدید ابتلاء و آزمائش میں مبتلا رہنے اور دار و رسن کی عظیم الشان قربانیاں دینے کے باوجود وہ ابھی تک نہ صرف زندہ ہیں بلکہ اب بھی عالمِ عرب کی عظیم تحریک ہیں۔ وہ نہ صرف عالم عرب بلکہ مغربی ممالک میں بھی سرفروشانہ جدوجہد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور انہیں عظیم کامیابی سے نوازے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اُن پر ظلم ڈھانے والے تاریخ کے کوڑے دان کی نذر ہو گئے جبکہ اخوان رہنما اور کارکن تاریخ کے درخشندہ ستارے ہیں۔

میخانہ سے دار تلک اپنی ہی کہانی بکھری ہے
رند نے سرمستی میں کچھ اور بڑے منصور ہوئے

ہماری دعا ہے کہ

ضمیر لالہ میں روشن چراغ آرزو کر دے
چمن کے ذرہ ذرہ کو شہید جستجو کر دے

اپنے گھروں میں لاؤ اسلام آج' مسلم!

—— بنتِ اسرار ——

دنیا کی لذتوں میں کھویا ہوا ہے مسلم — ذلت کی پستیوں میں ڈوبا ہوا ہے مسلم
اپنی خودی کی لذت بھولا ہوا ہے مسلم — بے غیرتی کا جامہ پہنے ہوئے ہے مسلم
اپنے گھروں میں لاؤ اسلام آج' مسلم!

خودغرضیوں کی چادر اوڑھے ہوئے ہے مسلم — مسلم کی بے بسی پر بے بس ہے خود یہ مسلم
یہ مسکنت ہے یا پھر بے چارگی ہے اس کی — کیا خوف موت کا ہے یا بے یقیں ہے مسلم؟
اپنے گھروں میں لاؤ اسلام آج' مسلم!

کیا ہو گیا ہے اس کو' کیوں ہے یہ آج رسوا؟ — بے چین و مضطرب ہے کیوں! آج یہ بھی سن لو
سنت خدا کی اس پہ لاگو ہوئی ہے! جاگو — خود اپنے ہی کئے سے رسوا ہے آج مسلم
اپنے گھروں میں لاؤ اسلام آج' مسلم!

اُس نے خدائے واحد پہ اعتماد کھویا — غیروں کے آسرے پر اپنا یقین کھویا
اس کو بنا کے اپنا' اپنا خدا بھلایا — غیروں کی غیریت نے یہ دن دکھائے! مسلم
اپنے گھروں میں لاؤ اسلام آج' مسلم!

کشمیر میں جو خونیں چادر بچھی ہوئی ہے — اور فلسطین میں قتل و غارت گری ہوئی ہے
یہ انبیاء کے مسکن!! مسلم کے یہ نظارے!! — ہائے ہماری شامت! ہائے یہ کیسا مسلم!
اپنے گھروں میں لاؤ اسلام آج' مسلم!

یہ سب ہمارے اپنے ہاتھوں کی ہے کمائی — ان بھیڑیوں کے ہاتھوں مسلم نے منہ کی کھائی
بے رحم خونیں پنجے گردن پہ ہیں ہمارے — مانندِ آب ارزاں تیرا لہو ہے' مسلم
اپنے گھروں میں لاؤ اسلام آج' مسلم!

گر آج پھر دوبارہ ہو جاؤ متحد تم — بن جاؤ حق کے بندے' بن جاؤ اس کی امت
غیروں کو چھوڑ کے تم قرآن کو سنبھالو — دنیا کو چھوڑ کے تم آخر میں گھر بنا لو
اپنے گھروں میں لاؤ اسلام آج' مسلم!

مرنا تو ایسے بھی ہے' ویسے بھی تم مرو گے — ایسے ذلیل ہو کر' ویسے شہید ہو کے
یہ زندگی ہے ناری' وہ زندگی ہے نوری — یہ زندگی ہے فانی' وہ دائمی ہے مسلم!
کہتی ہے تم کو بنتِ اسرار آج پھر سے
اپنے گھروں میں لاؤ اسلام آج' مسلم!

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی قید خانے میں دعوت و تبلیغ

سید قاسم محمود

حضرت مجدد کو قلعہ گوالیار کے جس قید خانے میں قید کیا گیا' وہاں کئی ہزار غیر مسلم بھی' چوری چکاری اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے جرائم میں ملوث ہونے کی وجہ سے قید و بند کے مصائب جھیل رہے تھے۔ حضرت نے قید کی زحمت کو بھی رحمتِ خداوندی سمجھا اور وہاں بھی تبلیغ شروع کر دی۔ انہوں نے اسے رحمتِ خداوندی کیوں اور کیونکر سمجھا' اس کا ثبوت بھی ہمیں اُن کے "مکتوبات" سے ملتا ہے۔ ایک مکتوب میں اپنے فرزند خواجہ محمد معصوم کو لکھتے ہیں:

"فرزندانِ گرامی! یہ آزمائش کا وقت اگرچہ تلخ اور بے مزا ہے' لیکن اگر توفیق ہو تو بہت غنیمت ہے۔ آج کل جبکہ آپ کو فرصت میسر ہے' خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے کام میں مشغول رہو۔ فرصت کا ایک لمحہ اور ایک لحظہ بھی بے کار مت ضائع کرو۔ تین چیزیں ہیں' ان میں سے کسی ایک کا ورد ہر وقت رکھو۔ تلاوتِ قرآن مجید کرتے رہو۔ طویل قرأت کے ساتھ نماز ادا کرو یا کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ کی تکرار کرتے رہو۔ اس کلمے کے ساتھ حق تعالیٰ کے سوا تمام جھوٹے خداؤں اور اپنے نفس کی خواہشات کی نفی کرنی چاہئے' اور تمام مرادوں اور مقصودوں کو دفع کرنا چاہئے' کیونکہ اپنی مُراد کا طلب کرنا اپنی الوہیت کا دعویٰ کرنا ہے' بلکہ سینے میں کسی مراد کی گنجائش نہ رہے اور متخیلہ بھی میں کوئی ہوس باقی نہ رہے تاکہ بندگی کی حقیقت حاصل ہو۔ اپنی مراد کو طلب کرنا گویا اپنے مولا کی مُراد کو دفع کرنا اور اپنے مالک کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔ اس امر میں اپنے مولا کی نفی اور اپنے مولیٰ بننے کا اثبات ہے۔ اس امر کی بُرائی اچھی طرح معلوم کر کے اپنی الوہیت کے دعوے کی نفی کرو تاکہ تمام ہوا و ہوس سے کامل طور پر پاک ہو جاؤ' اور طلبِ مولا کے ساتھ تمہاری کوئی مراد نہ رہے۔ یہ مطلب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بلا ابتلا کے زمانے میں بڑی آسانی سے میسر ہو جاتا ہے اور اس زمانے کے سوا ہوا و ہوس سدِ سکندری ہے۔ گوشے میں بیٹھ کر اس کام میں مشغول رہو کہ اب فرصت غنیمت ہے۔ فتنے کے زمانے میں تھوڑے کام کو بہت اجر کے عوض قبول کرو۔

خدا خیریت رکھے' ملاقات ہو یا نہ ہو' ہماری نصیحت یہی ہے کہ اپنی مراد یا ہوس باقی نہ رہے۔ جو کچھ ہو' رضاء الٰہی اور ارادۂ خداوندی ہو۔ حتیٰ کہ میری رہائی جو آج کل تمہارا بہت بڑا مقصود بنا ہوا ہے وہ بھی مقصود و مراد نہ رہے' اور اللہ تعالیٰ کی مقرر فرمودہ تقدیر' اُس کے ارادے اور اُسی کی مرضی پر پوری طرح راضی ہو جاؤ۔

اپنی والدہ کو بھی یہ مضمون پوری طرح سمجھا دو۔ اس زندگی کے باقی حالات اس قابل ہی نہیں کہ معرضِ تحریر میں آئیں' کیونکہ وہ ختم ہونے والے ہیں۔ چھوٹوں پر مہربانی کرو۔ پڑھنے کی رغبت دیتے رہو' جہاں تک ہو سکے' اہلِ حقوق کو میری طرف سے راضی رکھو۔ حویلی' سرائے' کنواں' باغ اور کتابوں کا غم بہت معمولی بات ہے (جہانگیر نے یہ تمام چیزیں ضبط کر لی تھیں)۔ اگر ہم مرجاتے' تب بھی جاتی رہتیں۔ اب زندگی میں جاتی رہیں' کوئی فکر نہیں۔ اولیاء اللہ ان چیزوں کو خود چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ اب شکر ادا کرو کہ خدا نے اپنے اعتبار سے ان چیزوں کو چھڑا دیا۔

جہاں بیٹھے ہو' اُسی کو وطن سمجھو۔ چند روزہ زندگی جس جگہ بھی گزرے' یادِ خدا میں گزرنی چاہئے۔ دنیا کا معاملہ آسان ہے۔ آخرت کی طرف متوجہ ہو۔ اپنی والدہ کو بھی تسلی دیتے رہو اور آخرت کی طرف رغبت دلاتے رہو۔ اگر حق تعالیٰ چاہیں گے' آپس میں ہماری سب کی ملاقات ہو جائے گی' ورنہ حکمِ خدا پر راضی رہو اور دعا کرو کہ دارالسلام (جنت) میں سب ایک جگہ ہوں اور ملاقاتِ دنیا کی تلافی کریں"۔ (مکتوب 2: جلد سوم)

حضرت مجدد نے اپنے فرزندوں کے علاوہ خان خاناں' صدرِ جہاں اور خان جہاں اور دوسرے (حکامِ بالا) عقیدت مندوں کو جو خطوط قلعہ گوالیار کی قید کے دوران میں لکھے' وہ "مکتوباتِ ربانی" کی جلد سوم "معرفت الحقائق" میں شامل ہیں۔

قید سے رہائی

حکومت کی خفیہ ایجنسی کے پرچہ نویس حضرت مجدد کی ہر بات اور ہر سرگرمی کو بادشاہ تک پہنچا دیا کرتے تھے۔ اب جہانگیر یقیناً حیران ہوا ہوگا کہ جس شخص کو شیاد' مکار' مغرور' خود پسند' کافر اور مرتد بنا کر قید خانہ میں محبوس کیا گیا' خود اُس کی خفیہ ایجنسی والے اُسے پیکرِ صدق و صفا' مجسمۂ اخلاق اور اسلامی کمالات کی جیتی جاگتی تصویر قرار دے رہے ہیں' جس کی قوتِ ایمانی نے جیل خانے میں پہنچ کر ڈاکوؤں' چوروں اور بدمعاشوں کو بھی اسلام کے رنگ میں رنگ دیا۔ وہ صرف ایک سال کے عرصے میں حلقہ بگوشِ اسلام اور راست بازی کے حریص نظر آنے لگے۔ ان حالات کا لازمی نتیجہ تھا کہ دو سال کے بعد بادشاہ اپنے فعل سے نادم ہوا۔ اپنے سامنے طلب کر کے رہا کر دیا۔ خلعت اور ایک ہزار روپے خرچ عنایت کر کے اجازت دی کہ وہ چاہیں تو لشکر کے ساتھ رہیں اور چاہیں تو گھر چلے جائیں۔ آپ نے لشکر کے ساتھ رہنا قبول کیا۔

جہانگیر کا یہ کہنا کہ "وہ چاہیں تو لشکر کے ساتھ رہیں اور چاہیں تو گھر چلے جائیں" بقول پروفیسر محمد فرمان (مصنف "حیاتِ مجدد") جھوٹ اور ڈپلومیسی کا اظہار ہے۔ اُس نے حضرت مجدد کو آخر وقت تک نظر بند رکھا۔ اُنہیں نقل و حرکت کی آزادی نہ تھی۔ حضرت لشکر سے جب جاتے تھے تو رخصت لے کر جاتے تھے۔ اس نظر بندی میں زیادہ دخل نور جہاں کی سیاست کو تھا۔ اُسے خطرہ تھا کہ حضرت مجدد کو آزاد اور مطلق العنان کر دینے میں شاہجہاں کو قوت پہنچے گی۔

حضرت مجدد نے لشکر کے ساتھ رہنا قبول کیا۔ اس طرح آپ کو سارے لشکر میں' بلکہ ساری مملکت میں جہاں جہاں لشکر جاتا' تلقین و ہدایت اور دعوتِ اسلام کا موقع ملتا۔ لشکر کے ساتھ قیام کے دوران میں بادشاہ کے قریب رہنے اور اُسے تلقین کرنے کا بھی موقع ملتا۔ بادشاہ سے اکثر مجلس رہتی۔ ایک ایسی ہی مجلس کا حال اپنے مکتوب میں یوں بیان کرتے ہیں: "عجیب و غریب صحبتیں گزر رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ان گفتگوؤں سے دینی اُمور اور اسلامی اُمور میں ذرا بھی سستی اور غفلت دخل نہیں پاتی۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان محفلوں میں بھی وہی باتیں ہوتی ہیں جو خاص خلوتوں اور مجلسوں میں بیان ہوا کرتی ہیں۔ اگر ایک مجلس کا حال لکھا جائے تو دفتر ہو جائے۔ خاص کر آج ماہِ رمضان کی سترہویں رات کو انبیائے کرام کی بعثت اور عقل کے عدم استقلال اور آخرت کے ایمان اور اُس کے عذاب و ثواب اور رویت و دیدار کے اثبات اور حضرت خاتم الرسلؐ کی نبوت کی خاتمیت اور ہر صدی کے مجدد اور خلفائے راشدین کی

پیروی' اور تراویح کی سنت اور تاریخ کے باطل ہونے اور جنوں اور جنیوں کے احوال اور اُن کے عذاب وثواب کی نسبت بہت کچھ مذکور ہوا۔ بادشاہ بڑی خوشی سے سنتا رہا۔ اس اثنا میں اور بھی بہت سی چیزوں کا ذکر ہوا اور اقطاب واوتاد اور ابدال کے احوال اور اُن کی خصوصیتوں وغیرہ کا بیان ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ سب کچھ قبول کرتے رہے اور کوئی تغیر ظاہر نہ ہوا۔ ان واقعات اور ملاقات میں شاید کوئی اللہ کی پوشیدہ حکمت اور خفیہ راز ہوگا''۔

اس کے بعد حضرت نے اپنے فرزندوں کو اپنے پاس بلا لیا۔ اب یہ پورا گھرانہ پورے لشکر کی تلقین وتبلیغ میں مشغول ہوگیا۔ چنانچہ خواجہ حسام الدین کو تحریر فرماتے ہیں:

''یہاں کے فقراء کے حالات تعریف وحمد کے مستحق ہیں کہ عین بلا میں عافیت ہے اور پریشان خاطری کے موقع پر اطمینان اور دلجمعی حاصل ہے۔ جو فرزند اور دوست کہ ہمراہ ہیں' اُن کے اوقات بھی یادِ خدا میں دل جمعی کے ساتھ گزرتے ہیں اور ان کے حالات رُو بہ ترقی ہیں۔ لشکر کی زیادتی اُن کے حق میں ایک خانقاہ بن گئی ہے کہ سپاہیوں کی رنگ برنگی کے اندر بھی سکون اور وقار اُن کا حصہ ہے اور متفرق قسم کی پابندیوں اور گرفتاریوں کے دوران میں یہ لوگ صرف ایک مقصود کے گرفتار اور پابند ہیں۔ نہ کسی کو ان سے کام اور نہ ان پر کسی کا احسان۔ اس کے باوجود اعتماد اور اعتبار سلب ہے۔ جس وقید کی دولت میں گرفتار ہیں۔ عجیب گرفتاری ہے کہ اس کے مقابلے میں ایک جَو کے عوض میں بھی رہائی نہیں خرید سکتے اور عجیب قید ہے کہ اس کے مقابلے میں رہائی کی قیمت ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں''۔ (مکتوب 72: جلد سوم)

فرزند وطن واپس چلے گئے مگر حضرت مجددؒ کچھ بادشاہ کی سیاست گری کی وجہ سے' کچھ اپنے مقصود کی لگن میں' ابھی لشکری حراست میں ہیں۔ ایک مکتوب میں اپنے فرزندانِ گرامی کو تحریر فرماتے ہیں: ''لشکر میں اس طرح بے اختیار و بے بس رہنے کو بہت غنیمت جانتا ہوں۔ اس جگہ وہ میسر ہے جو دوسری جگہ میسر نہیں آ سکتا۔ اس جگہ کے علوم و معارف اور احوال ومقامات کچھ اور ہی ہیں۔ ایک رکاوٹ جو بادشاہ کی جانب سے' میں اُسی کو اللہ تعالیٰ کی انتہائی رضامندی کا دریچہ تصور کرتا ہوں اور اسی میں اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ عجیب کاروبار ہے۔ فرزندانِ عزیز دل میں کُڑھ رہے ہیں اور اس جدائی سے بے چین ہیں' مگر میں سمجھتا ہوں کہ میرا شوق اُن کے شوق سے بڑھا ہوا ہے۔ اگرچہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اولاد کو ماں باپ سے زیادہ محبت ہو' کیونکہ اولاد شاخیں ہیں اور شاخیں جڑوں کی زیادہ محتاج ہوا کرتی ہیں' مگر مقررہ اصول یہی ہے کہ باپ کو اولاد سے زیادہ تعلق ہوتا ہے۔ اسلاف سے یہی چلا آ رہا ہے اور یہی تجربہ ہے''۔ (مکتوب 78: جلد سوم)

کچھ عرصے کے بعد حضرت مجدد کو سرہند جانے کی مکمل اجازت ہوگئی۔ مگر بادشاہ کو اسلام کی طرف مائل رکھنا آپ کا نصب العین تھا اس لئے یہاں سے بھی بادشاہ کو خط لکھتے رہے۔

وفاتِ حسرت آیات

وفات سے چند ماہ قبل آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنی عمر تریسٹھ سال کی معلوم ہوتی ہے۔ گویا سنت رسولؐ کی اتباع کا شوق درجۂ فنا تک پہنچ چکا تھا۔ اپنی زندگی کے آخری شعبان میں حسبِ معمول پندرہویں شب کو عبادت کے لئے خلوت خانے میں تشریف لے گئے تو زوجہ نے فرمایا' معلوم نہیں' آج کس کس کا نام دفترِ ہستی سے کاٹا گیا ہو گا۔ یہ سن کر حضرت مجدد نے فرمایا' تم تو شک کہہ رہی ہو' کیا حال ہوگا اُس شخص کا' جس نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو کہ اُس کا نام دفترِ ہستی سے محو کیا گیا۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد و ہدایت کا سب کام فرزندوں کے سپرد کر دیا اور اپنا تمام وقت قرآن مجید کی تلاوت اور افکار واشغال طریقت میں صرف فرمانے لگے۔ نماز کے سوا خلوت سے باہر تشریف نہ لاتے تھے۔ نفل روزوں اور صدقات وخیرات کی بھی اس زمانے میں بہت کثرت ہوگئی۔

وسط ذی الحجہ میں حضرت کو دمے کی بیماری لاحق ہوئی۔ تب محرقہ شروع ہوا جو روز بروز بڑھتا گیا۔ ان کی زوجہ اُن کی تیمارداری پر پوری عقیدت ومحبت سے لگی ہوئی تھیں۔ محترمہ ایک بڑے باپ کی بیٹی تھیں اور آپ کے دکھ سکھ میں شریک رہنے کی وجہ سے احیائی وتجدیدی تحریکوں کی تاریخ میں ایک خاموش' مگر بلند رتبے پر فائز ہیں۔ وہ بڑی عبادت گزار' متدین اور باحوصلہ خاتون تھیں۔ بلکہ آپ دونوں کے درمیان غیر معمولی محبت کا رشتہ تھا۔

زوجہ کی انتہائی محبت کا احساس کرتے ہوئے آخری بیماری کی حالت میں بیوی کو وصیت فرمائی: ''میرا کفن اپنے مہر کی رقم سے بنانا''۔ گویا حضرت مجدد نے خواجہ اجمیری چشتی کی درگاہ سے لائی ہوئی چادر پر اپنی زوجہ کے ذاتی بنوائے ہوئے کفن کو ترجیح دی۔ جب حضرت مجدد جہانگیر کے ہمراہ اجمیر گئے تھے تو حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے خادمانِ درگاہ نے اُن کے مزار کا قبر پوش' جو ہر سال اتارا جاتا ہے اور فقط خواص کے لئے وقف تھا' آپ کو پیش کیا۔ آپ نے ادب سے قبول کیا اور اپنے کفن کے لئے محفوظ رکھ لیا۔ لیکن وفات سے چند روز قبل زوجہ کی چادر کو ترجیح دے کر اپنی شخصی اور انسانی محبت کا والہانہ اظہار کیا۔

28 صفر 1034ھ کی رات کو حسبِ معمول تہجد کی نماز کے لئے اٹھے اور بڑے اطمینان سے وضو کر کے نماز پڑھی اور خدام سے کہا' تم لوگوں نے تیمارداری میں بہت تکلیف اٹھائی۔ آج تمہاری یہ تکلیف ختم ہو جائے گی۔ اخیر وقت میں اسم ''اللہ'' کا بہت غلبہ تھا۔ اللہ اللہ کا ذکر کرتے کرتے روحِ مبارک رفیقِ اعلیٰ سے مل گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

یہ سانحہ **10 دسمبر 1624ء** کو ہوا۔ تین صدیاں اوپر اسی برس ہو گئے ہیں' لیکن حضرت مجدد کے کام اور کامیابیاں آج تک ہماری' ہم مسلمانانِ پاک و ہند کی روزمرہ زندگیوں پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔ **11** ستمبر کو امریکا کے سربہ فلک ٹریڈ سنٹر کے آناً فاناً انہدام کا جو چشم کشا واقعہ ہوا اور امریکا کے صدر کے اندر سے ''صلیبی جنگ'' کا غیظ و غضب بر آمد ہوا' تو بے اختیار حضرت مجدد کا نام زبان پر آ گیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے آستانہ مبارک پر قدم بوسی کے لئے جانے سے پہلے اگر ہم ذرا رک کر حضرت مجدد کے کاموں کے اثرات کا جائزہ لیتے چلیں تو کیا یہ بہتر نہ ہو گا؟ (ان شاء اللہ آئندہ شمارے میں)

بقیہ: مکتوب بنگلہ دیش

کے لئے مشکلات پیدا کر دیتے ہیں' جیسا کہ ماضی میں بھارت کو گیس سپلائی کرنے اور امریکہ کو چٹا گانگ میں ٹرمینل قائم کرنے کی اجازت دینے کے سلسلے میں حسینہ حکومت کو مسائل کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

اب ان دونوں مسئلوں میں بی این پی حکومت کو بھی عجیب صورت حال درپیش ہے۔ ان حالات میں امکان ہے کہ کہیں بین الاقوامی سازش بنگلہ دیش کی افواج کو غلط راستے پر نہ ڈال دے اور بنگلہ دیش کو پاکستان کی طرح فوجی فرماں روائی کا انجام بھگتنا نہ پڑے۔ وہ کہیں اپنی ہی فوج کے ہاتھوں ''مفتوح قوم'' بن کر نہ رہ جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی سیاسی حکومت عوامی احساس کو نظر انداز کر کے بیرونی ممالک سے قوم وملت کے مفاد کے خلاف کسی قسم کا معاہدہ نہیں کر پاتی' اس لئے مفاد پرست طاقتیں جمہوری حکومت کو برخاست کروا کے فوج کو حکمران بنا دیتی ہیں۔ اس قسم کی شرمناک حرکات کا زندہ ثبوت پاکستان کی فوجی سیاست پیش آتی ہے۔ خدشہ ہے کہ بنگلہ دیش کے بیدار عوام پر بھی امریکہ اسی قسم کی مصیبت نہ ڈال دے اور ان دونوں خواتین کو اقتدار سے محروم کر کے فوج کو آگے بڑھا دے۔ اگر ایسا ہو گیا تو بنگلہ دیش کے مشرقی ساحلی علاقے میں امریکہ کے اڈے قائم ہو جائیں گے اور امریکہ کا بحری بیڑا خلیج بنگال کی موجوں کو چیر کر دندناتا پھرے گا۔

بنگلہ دیش کی حالت زار اور امریکی عزائم

محترم مدیر ''ندائے خلافت'' لاہور
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

2003ء کا پہلا شمارہ دستیاب ہوا۔ شکریہ کہ اس میں میرا مضمون شائع کیا گیا۔ ادارہ کی طرف سے شروع میں جو نوٹ لکھا گیا ہے اس پر میری نظر پڑی۔ آئندہ اس قسم کی ''تلخی'' سے بچنے کی حتی الامکان کوشش ہوگی۔ تاہم (الحق مــــرّ) حدیث نبویؐ بھی ایک زندہ انتباہ ہے۔ تلخی ترشی مٹھاس ہی تو زندگی ہے۔ بہر حال دل شکنی کی حد تک تلخی مطلوب نہیں ہوسکتی۔

ہمارے بنگلہ دیش کی حالت زار آہ وفغاں سے آگے قابل نگارش نہیں۔ مرد تو ہمارے یہاں ناپید ہیں دو خواتین کی حکمرانی تقدیر کی چکی کے روپ میں ہمارے سینے پر گردش کرتی رہتی ہے۔ کبھی چیں کبھی چناں۔ زیر و بم کی تان ختم ہونے ہی کو نہیں آتی۔ ایک محترمہ کو براہ راست امریکہ کے ساتھ میل ملاپ ہے جبکہ دوسری کو بتوسط ہندو بھارت شیطان بزرگ کے ساتھ راہ و رسم استوار ہے۔ شیطان بزرگ ہمیشہ ہارمونیم کی طرح ان کے بٹن دباتا رہتا ہے اور دل خواہ آواز نکلواتا رہتا ہے۔ ہم کو تو سیاست سے دور کی بھی شناسائی نہیں ہے لیکن ہمارے یہاں کے ''نمکدان والے'' سیاست باز لوگ کہتے ہیں کہ کبھی اگر ان خواتین کی طرف سے سرکشی کی کوئی علامت بڑے شیطان کو نظر آ جاتی ہے تو فوراً سرزنش ہوتی ہے جس پر یہ سرو قد بن کر معذرت کر لیتی ہیں۔ ''نمکدان والے'' یہ بھی کہتے ہیں کہ بنگلہ دیش کے حالیہ انتخابات میں ''بھارت داسی'' محترمہ کو اس لئے شکست ہوئی ہے کہ انہوں نے بڑے شیطان کی خواہش کا احترام نہیں کیا اور بنگلہ دیش کے مشرقی حصے یعنی چٹاگانگ کے پہاڑی علاقے اور اس سے متصل ساحل پر فوجی علاقہ یا یوں کہئے کہ ''منی کینٹ'' قائم کرنے کی امریکی تجویز ٹھکرا دی تھی۔ مزید یہ کہ وہ عوام کے منفی ردعمل کے باعث بھارت کو گیس دینے سے بھی وقتی طور پر گریزاں تھیں۔ عوامی لیگ کے سامنے قومی انتخابات کے نتائج بگاڑنے والی ہر پیش کش کو منظور نہ کرنے کی متعدد وجوہات تھیں۔ ان میں چٹاگانگ کے حساس علاقے میں غیر ملکی فوجی اڈا اور گیس کی سپلائی پہلے نمبر پر آتی ہیں۔ دراصل بنگلہ دیش میں عوام کی سطح پر ''اینٹی بھارت'' تصور کار فرما ہے جس کو انتخابات سے پہلے چھیڑنا خودکشی کے مترادف ہوتا۔ اسی اثناء میں مذہبی طرفداری کے حوالے سے دوسری محترمہ کی بی این پی نے میدان جیت لیا۔ ''نمکدان والے'' کہتے ہیں کہ قومی انتخابات سے پہلے مذہبی تقدس کے حامل ایک دیس میں اپنے طویل قیام کے دوران محترمہ خالدہ ضیاء بڑے شیطان کے کارندوں سے گفت وشنید کرتی رہیں۔ غالباً اسی دوران انہوں نے بڑے شیطان کی حسب خواہش گیس برآمد کرنے اور چٹاگانگ میں اس کو فوجی مفادات عنایت کرنے کا عندیہ دیا تھا اور یوں اقتدار میں آنے کا امکان پیدا کر لیا تھا۔ انتخابات میں ان محترمہ کی کامیابی کے بعد بڑے شیطان کے کارندوں نے خفیہ قرارداد کے پیش نظر چٹاگانگ کے حوالے سے اپنی تجاویز بروئے کار لانے کا تقاضا شروع کیا۔ بی این پی سرکار ایسی تجویز کو فوراً عملی جامہ پہنانے سے عاجز تھی کیونکہ اس سے سیاسی مشکلات پیدا ہوتیں۔ اس لئے اس نے امریکہ کو چٹاگانگ کے علاقہ میں ''ٹرمینل'' قائم کرنے کی اجازت التواء میں ڈال دی اور دبی

مولانا محمد ثمیر الدین

زبان میں بھارت یا دیگر ممالک کو گیس فراہم کرنے کا عندیہ ظاہر کیا۔ لیکن یہاں کے عوام کافی بیدار ہیں۔ انہوں نے اس خفیہ تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے راستے روک دیئے جس سے بڑے شیطان کو زک اٹھانی پڑی۔ جب بی این پی کے ذریعے مطلب برآری کی امید نہ رہی تو ''را'' اور بڑے شیطان کے خفیہ ایجنٹوں نے بنگلہ دیش میں افراتفری پیدا کرنے کی راہ لی۔ انارکی پھیلا کر حکومت کو گرانے کی چال چلی۔ دوسری محترمہ کو غیر علانیہ طور پر ایک بار پھر امریکہ کا سفر کرنے کا موقع عنایت کیا گیا۔ امریکہ سے واپس آنے کے بعد ''بھارت داسی'' نے اپنی ''پونو بھوم'' دہلی کا سفر کیا گیا اور اپنے مقصد کے حصول کی ٹھانی۔ نئے سرے سے انتخابات کا نعرہ بلند کیا گیا اور بی این پی کی حکومت مسائل کو سلجھانے میں ناکام ہونے کی مورد الزام ٹھہرائی گئی۔ دریں اثناء ملک میں دہشت گردی کا بازار گرم کر دیا گیا۔ سننے کہنے والے کہتے ہیں کہ اس افراتفری پیدا کرنے میں بھارت اور امریکی کی خفیہ ایجنسیوں کا ہاتھ کار فرما ہے۔ بڑے شیطان کا منصوبہ تھا کہ ان حالات سے تنگ آ کر بی این پی کی حکومت گھٹنے ٹیک دینے پر مجبور ہو جائے گی اور چٹاگانگ کے علاقے میں اسے اڈا جمانے جبکہ اس کے بغلی شیطان بھارت کو گیس فراہم کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ اس طرح بڑا شیطان اپنا اور پرائے کا مفاد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

آج بنگلہ دیش اسی مخمصہ میں گرفتار ہے۔ بی این پی کے لئے ''نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن'' کی سی صورت حال ہے۔ اس مخمصہ سے نجات پانے کے لئے موجودہ حکومت نے غالباً ''مغرب کو چھوڑ مشرق سے جوڑ'' کا رویہ اختیار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں وزیر اعظم محترمہ خالدہ ضیاء نے چین اور تھائی لینڈ کا دورہ بھی کیا ہے۔ دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے! بھارت اور امریکہ کے لئے یہ سفر سوہان روح قرار پایا۔ یہ تو اپنی آنکھوں کے سامنے دلبر کے ''در رقیباں'' سے راہ و رسم قائم کرنے کے مترادف تھا۔ اس لئے امریکہ اس سفر سے چراغ پا ہوا اور بنگلہ دیش کو دہشت گرد ممالک کی فہرست میں داخل کر دیا۔ قبل ازیں امریکہ نے بنگلہ دیش کو دہشت گردی کے خلاف جنگ میں اپنا ہمنوا پایا تھا اور اسے ایک بنیاد پرست ملک قرار دینے کے بجائے ''میانہ روی کا حامل حقیقت پسند مسلم ملک'' کا خطاب دیا تھا۔ مگر اب اس کے تیور بدل گئے ہیں اور بنگلہ دیش کو ''تن برضائے دوست'' نہ پا کر خفا ہو گیا ہے۔ چنانچہ اخبارات سے پتہ چلتا ہے کہ بنگلہ دیش کی سرکار غالباً اپنی غلط روی پر نادم و معذرت خواہ ہو کر دریار پارینہ سے ازسرنو سلسلہ جنبانی کا ارادہ کر چکی ہے۔ اس نے خفائے یار کی پاداش سے بچنے کے لئے واشنگٹن میں اپنے کارندوں کو ''دل و جاں'' فرش راہ بنانے کی تگ و دو میں لگا دیا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے یعنی پاکستان کے فوجی حکمران کا صلاح مشورہ بھی ضرور شامل رہے گا کیونکہ جنرل پرویز مشرف صاحب ماضی میں یہاں تشریف لا کر امریکہ سے دوستی استوار کرنے میں مد ماثر کا کردار ادا فرما گئے تھے۔ اُس وقت یہاں حزب مخالف کے طرفدار اخباروں میں یہ اندیشہ ظاہر کیا گیا تھا کہ صدر ''بُشَــرَّف'' کو کسی خاص مقصد کے لئے ہی بنگلہ دیش بھیجا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ مقصد امریکہ سے ہمکاری کو مزید مستحکم بنانا تھا۔ یہاں کے اخباروں میں یہ خیال بھی ظاہر کیا گیا تھا کہ صدر پاکستان نے سرکاری مصروفیات سے ہٹ کر خصوصی طور پر اپنے سابقہ فوجی یاروں سے بھی ملاقاتِ صداقت کا اعادہ کیا تھا۔ کہیں ان کے کانوں میں مناسب موقع پر فوج کو اقتدار میں لانے کا مشورہ نہ دیا گیا ہو! کیونکہ عوامی تائید سے جو حکومت برسر اقتدار آتی ہے اس سے بیرونی طاقتیں حسب منشا مطلب برآری کا کام نہیں لے سکتیں۔ سیاسی دور میں عوام مزاحمت کرتے ہیں اور حکومت

(باقی صفحہ 14 پر)

"وائٹ ہاؤس سے مدینہ تک"

نئی کتاب کا تعارف

اگر دنیا بھر میں نہیں' تو کم از کم دنیا کی پانچویں بڑی زبان میں زیر نظر کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے پہلی اور واحد کتاب ہے۔ عالم اسلام کے خلاف مغربی خفیہ ایجنسیاں ہنود و یہود کے ساتھ مل کر جو خفیہ اور زیر زمین کارروائیاں کرتی رہتی ہیں' اُن پر تو بہت سا مواد چھپتا رہتا ہے۔ عام طور پر ایجنسیوں کے اپنے کارکن ہی بغاوت کر کے اُن کے راز فاش کرتے رہتے ہیں۔ یہ کتاب مغربی خفیہ ایجنسیوں کے حملوں کے خلاف مسلمانوں کی خفیہ اور زیر زمین جوابی کارروائی کے بارے میں ٹھوس حقائق اور معلومات فراہم کرتی ہے۔ اسی لئے مصنف نے کتاب کا نام "مدینہ سے وائٹ ہاؤس تک" رکھا ہے' کیونکہ جوابی کارروائی کی لہریں عالم اسلام کے مختلف گوشوں سے نکل کر مغرب کے خفیہ اڈوں کی طرف جا رہی ہیں' لیکن فی الحقیقت اس کارروائی کا اخلاقی اثر یہ پڑے گا کہ مغرب بالآخر عالم اسلام کے سامنے جھکنے پر مجبور ہوگا' اس لئے ہم نے اپنے تبصرے کا عنوان رکھا ہے: "وائٹ ہاؤس سے مدینے تک" یعنی مغرب کو اسلام کی طرف رجوع کرنا پڑے گا:

اس کتاب میں جن بے شمار حقائق کی پردہ کشائی کی گئی ہے' اُن میں سے چند ملاحظہ فرمائیے:

☆ اسلامی تحریکیں دنیا بھر میں مغربی ایجنسیوں کے ساتھ کیسے پنجہ آزمائی کر رہی ہیں؟

☆ 11 ستمبر کو تباہ ہونے والے جہاز ریموٹ کنٹرول سے کیسے قابو کئے گئے؟

☆ پی ٹو (P-2) ایک مشترکہ پلیٹ فارم ہے' جہاں سی آئی اے' موساد اور یہودی صیہونی تنظیم مشترکہ منصوبے تیار کرتی ہے۔

☆ یہودیوں کی خفیہ تنظیم "موساد" کا عالمی نیٹ ورک کس طرح کام کرتا ہے' اور کس ملک میں اس کے کہاں اسٹیشن آفس قائم ہیں؟

☆ امریکا کی خفیہ تنظیم سی آئی اے کیا ہے؟ اس کی گھناؤنی تاریخ اور ناکامیوں کی طویل داستان۔

☆ مصری جاسوس نے عرب اسرائیل جنگ کا پانسہ کیسے پلٹا تھا؟

☆ امریکا کے عسکری اور ایٹمی راز چین کیسے پہنچے؟

☆ امریکا کا مواصلاتی جاسوس نیٹ ورک (این ایس اے) دنیا کو مواصلاتی گرفت میں کیسے لئے ہوئے ہے؟

☆ القاعدہ کی تنظیم ختم نہیں ہوئی۔ القاعدہ اور امریکا کی زیر زمین پنجہ آزمائی جاری ہے۔ جنگ ختم نہیں ہوگی۔ جاری رہے گی۔

☆ جنگ افغانستان کے بعد القاعدہ نے اپنا نیٹ ورک کس طرح منظم کیا ہے اور کس کو کیا ذمہ داری سونپی گئی ہے؟

☆ فرانسیسی خفیہ ایجنسی نے امریکی خفیہ اداروں کا پول کیسے کھولا؟

☆ چین میں اتارا جانے والا امریکی جاسوس طیارہ "فوکس سسٹم" کے تحت کیونکر کام کرتا تھا؟

☆ مغربی ایجنسیاں اور اسلامی تحریکیں دنیا میں کہاں کہاں زیادہ پنجہ آزمائی کر رہی ہیں؟

☆ "بلڈر برج" ایک عالمی صیہونی تنظیم ہے جس کا رکن بنے بغیر امریکی صدر اور برطانوی وزیر اعظم نہیں بنا جاسکتا۔

اس کتاب کے مصنف محمد انیس الرحمٰن ہیں۔ وہ آج کل روزنامہ "نوائے وقت" کے جریدے ہفت روزہ "ندائے ملت" سے وابستہ ہیں۔ بین الاقوامی امور' عالم اسلام کے مسائل' اسلامی تحریکیں' بین الاقوامی سازشیں اور اینٹی اسلامک ورلڈ کی خفیہ تنظیموں کی پس پردہ سرگرمیاں اُن کے خاص موضوعات ہیں۔ اس سے قبل وہ پاکستان سے شائع ہونے والے بین الاقوامی جریدے "اخبار العرب" کے چار سال تک ایڈیٹر رہ چکے ہیں۔ پاکستان سے ایم اے (عربی) کرنے کے بعد بیرون ملک چلے گئے۔ سعودی عرب' ہالینڈ اور فرانس کے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تحقیقی کام کیا۔ تحقیقی کام کے علاوہ صحافتی ذمہ داریوں کے لئے خلیج' مشرق وسطی کے ممالک' شمالی افریقہ' جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک کے علاوہ کینیڈا اور ارجنٹائن گئے۔ کام کیا اور سرخرو ہوئے۔ اردو کے علاوہ عربی زبان پر عبور رکھتے ہیں۔ انگریزی' ولندیزی اور فرانسیسی زبان جانتے ہیں۔ زیر نظر کتاب اُن کی دوسری تصنیف ہے۔ اس سے قبل "بین الاقوامی مافیا" کے نام سے ان کی کتاب شائع ہو چکی ہے۔

اس کتاب کے "پیش لفظ" میں مصنف نے لکھا ہے:

"میں نے اپنی اس کتاب میں مختلف حوالوں سے مغرب اور اسلامی تحریکوں کی اس پنجہ آزمائی کو موضوع بنایا ہے جو مختلف ادوار میں مختلف محاذوں پر ہوئی۔ مغرب کس طرح فکری سطح پر اس کشمکش کا جائزہ لیتا ہے' اس کا اندازہ مجھے یورپ میں تعلیم اور مختلف ذمہ داریوں کے دوران ہو چکا ہے۔ اس تناظر میں مجھے مشرق یا اسلامی دنیا میں اداروں کی کمی محسوس ہوئی۔ مغرب کا کھوکھلا معاشرہ صرف اداروں کی وجہ سے کامیاب ہے' جبکہ آج کے مسلمان طاقتور فکری روح کے حامل ہونے کے باوجود ادارے نہ ہونے کی بنا پر غیر موثر ہیں۔ اس سلسلے میں مسلمانوں میں اگر کسی کی خدمات ناقابل فراموش ہیں تو وہ عرب ہیں جنہوں نے دور جدید میں سب سے پہلے تحقیقی اداروں کی بنیاد ڈالی ہے"۔

لیفٹیننٹ جنرل (ر) حمید گل صاحب (سابق ڈائریکٹر جنرل آئی ایس آئی) نے "پیش لفظ" میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے: "مغربی اقوام اپنے خود غرضانہ مفادات کو پروان چڑھانے کے لئے جن تہ در تہ سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا سہارا لیتی ہیں' وہ ساری دنیا پر آشکارا ہوگئی ہیں۔ بظاہر دلکش چہروں کے پیچھے چھپے ہوئے خون خوار درندے دنیا کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہے۔ منافقت کے اس میدان میں لاتعداد خفیہ جاسوس ادارے مغرب کی اصل طاقت ہیں جن کی منافقانہ صلاحیتوں کی گیرائی اور گہرائی میں ہر آن اضافہ ہو رہا ہے' لیکن یہ ادارے ہی اُن کی ناکامی کا سب سے بڑا ذریعہ بن گئے ہیں۔ محمد انیس الرحمٰن صاحب نے ان معلومات کے ذریعے مغرب کے دوغلے پن سے پردہ اٹھایا ہے۔ وہ لوگ جو روزمرہ کے واقعات کے پیچھے اصل ہاتھ تلاش کرنے کا ذوق رکھتے ہیں' ان کے لئے یہ کتاب نہ صرف دلچسپی کا سامان ہے بلکہ مزید ریسرچ کے لئے معاون بھی ثابت ہو سکتی ہے"۔

کتاب ایک نئے پبلشر "آفتاب پبلی کیشنز" (تہہ بابا فرید' ضلع کچہری' لاہور) کے زیر اہتمام سلیقے اور خوبصورتی سے شائع ہوئی ہے۔ (صفحات: 365' قیمت: 200 روپے)

(تبصرہ نگار: سید قاسم محمود)

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کی تالیف

تنزل اور ارتقاء کے مراحل

☆ حیات ارضی کا ارتقاء ☆ تکمیل تخلیق آدم

☆ عطاء خلعت خلافت ☆ رحم مادر میں تخلیق آدم کے مراحل کا اعادہ

جیسے بہت سے اہم موضوعات پر قرآن و سنت کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس ضمن میں ڈارون تھیوری کے باعث ذہنوں میں اٹھنے والے بہت سے سوالوں کے تسلی بخش جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔

قیمت: ۲۴ روپے ☆ عمدہ طباعت ☆ صفحات: ۲۰

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

☆ مقروض کے لئے قربانی جائز ہے یا نہیں؟

☆ کیا جائز کام کے لئے رشوت دی جاسکتی ہے؟

☆ کیا آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم صرف فرشتوں کے لئے تھا؟

☆ موجودہ حالات میں مسلمانوں کو انفرادی طور پر کیا کرنا چاہئے؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درسِ قرآن کے بعد محترم ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س: آپ نے مسلمانوں کے انفرادی اور اجتماعی حالات پر تجزیہ پیش کیا۔ گزارش یہ ہے کہ ان حالات میں ہمیں انفرادی طور پر کیا کرنا چاہئے کہ ہماری عاقبت سنور جائے؟

ج: میں نے تو عرض کیا ہے کہ پہلے اپنی زندگیوں کے اندر سے جو بھی غیر اسلامی چیزیں ہیں' انہیں نکال کر باہر کیجئے۔ انفرادی طور پر توبہ کیجئے اور پھر ایک ایسی جماعت کے ساتھ شریک ہوں کہ جو غلبہ دین کے لئے جدوجہد کرے۔ اس جماعت کی جدوجہد کو کتنا وقت لگے گا' یہ اللہ جانتا ہے۔ لیکن اگر ہم یہ دو کام کرتے رہیں گے تو ہماری عاقبت سنور جائے گی' چاہے دنیا میں انقلاب آئے یا نہ آئے۔

س: میرا سوال یہ ہے کہ کسی بزرگ یا پیر کے ہاتھ پاؤں کس حد تک چومنا جائز اور کس حد تک چومنا ناجائز ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

ج: جہاں تک ہاتھ چومنے کا تعلق ہے' یہ کوئی حرام کام نہیں ہے۔ یہ کسی کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار ہے' لیکن یہ کہ وہ صحیح جگہ ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا' یعنی وہ پیر صحیح ہے یا نہیں ہے' یہ دوسری بات ہے۔

س: اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کریں تو پھر ابلیس کو رجیم کیوں کہا گیا؟

ج: ابلیس کے بارے میں جو کچھ ہمیں معلوم ہے وہ یہ ہے کہ وہ جن تھا۔ فرشتہ تو اللہ کے حکم کے خلاف کرتا ہی نہیں ہے اس کا ذکر سورۃ التحریم میں بھی ہے کہ فرشتے تو وہی کچھ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم ملتا ہے۔ لیکن جن اور فرشتے میں ایک قُرب ہے۔ فرشتہ نور سے پیدا کیا گیا' جن نار سے پیدا کیا۔ نور اور نار میں ایک قرب ہے جبکہ ہم تو مٹی سے پیدا کئے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ فرشتہ تو عرش بریں تک جاتا ہے اور یہ ناری مخلوق میرے خیال میں جہاں تک سولر سسٹم ہے اس میں باآسانی آجا سکتی ہے۔ اسے کسی راکٹ کی ضرورت نہیں۔ ابلیس اپنے علم اور زہد کی وجہ سے اللہ کے بہت قریب ہو گیا تھا اور گویا کہ فرشتوں میں حکماً شامل تھا۔ ویسے حکم جو تھا وہ جنات کو بھی تھا اور فرشتوں کو بھی تھا' اس لئے کہ جن تابع تھے فرشتوں کے۔ جب غالب عنصر کو ایک حکم دیا جائے تو وہ حکم مغلوب کے لئے خود بخود ہو گیا۔ جب اس نے سجدہ سے انکار کیا تو اس لئے رجیم ہوا۔

س: مقروض کے لئے قربانی جائز ہے یا نہیں؟

ج: اصل میں یہ دیکھنا ہے کہ مقروض ہونے کے ساتھ ساتھ آپ صبح شام کھانا کھاتے ہیں یا نہیں! بعض قرضے ایسے ہوتے ہیں کہ کوئی آدمی اتنا دب گیا ہے کہ بالکل بے حال ہے' تو وہ کہاں کرے گا قربانی۔ اس کا تو سوال ہی نہیں۔ لیکن کئی قرضے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن میں لینا دینا چل رہا ہوتا ہے' اس صورت میں قربانی دینی چاہئے۔

س: حضرت لوطؑ اور حضرت نوحؑ کی ازواج اگر کافرہ تھیں' تو کیا ان کے ساتھ اُس وقت کے حساب سے نکاح ممکن تھا' جیسا کہ دینِ اسلام میں اس کی گنجائش نہیں ہو سکتی؟

ج: اس وقت تک شرعی احکام سارے کے سارے مکمل نہیں تھے' شریعت کی تکمیل ہوئی ہے محمد رسول اللہ ﷺ پر۔ جیسے پہلے تعظیماً کسی انسان کو سجدہ کرنا حرام نہیں تھا' شریعت محمدیؐ میں آ کر حرام مطلق کر دیا گیا۔ اسی طریقے سے سمجھنا چاہئے کہ اُس وقت کے جو بھی احکام ہوں گے ان کے مطابق انہوں نے عمل کیا۔

س: جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو مسلم ہوتا ہے لیکن جس ماحول میں پرورش پاتا ہے' وہی ہو کر رہ جاتا ہے۔ ایسے میں ایک کافر' عیسائی اور غیر مسلم کس طرح اپنے آپ کو جہنم سے بچا سکتے ہیں۔ اگر کسی مسلمان سے کہا جائے کہ کفر اختیار کرو تو نہیں کرے گا' اسی طرح اگر کوئی کافر جو ایک ماحول میں پرورش پا کر بڑھا ہے' وہ کیسے اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوگا؟

ج: یہ بات ٹھیک ہے لیکن اس کے اندر فرق ہوگا۔ فرق اس اعتبار سے ہوگا کہ جن کافروں' غیر مسلموں کو اسلام پہنچا دیا جائے اور وہ انکار کریں' ان کا معاملہ اور ہے۔ اور ایسے لوگ جن تک دعوت پہنچی ہی نہیں' انہیں رعایت ملے گی اور ان کا حساب صرف توحید کی بنیاد پر ہوگا۔ اگر توحید پر قائم تھے تو ان کو نجات مل جائے گی۔ اس لئے کہ توحید فطرت انسانی میں ہے۔

س: سرکاری اداروں میں رشوت کا رجحان بہت زیادہ ہے۔ جائز کام کرانے کے لئے بھی بغیر لین دین کوئی کام نہیں ہوتا۔ سرکاری ملازم خود تو جہنمی ہو رہا ہے' اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اس آگ میں دھکیل رہا ہوتا ہے۔ چونکہ سرکاری ادارے سے کام کروانے والے لوگ خوشی سے رشوت نہیں دے رہے ہوتے ہیں' لہٰذا ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ج: اتنے معصوم وہ بھی نہیں ہیں جتنا آپ نے لکھ دیا ہے۔ وہ بھی ناجائز کام کرواتے ہیں' غلط کام کرواتے ہیں' اپنے بلوں کی کمی کرواتے ہیں' انکم ٹیکس کے اندر غلط حسابات دیتے ہیں' لیکن اصولی طور پر یہ جان لیجئے کہ اگر کوئی شخص غلط کام نہیں کرواتا' کسی کے حق پر دست درازی نہیں کرتا' کوئی رعایت حاصل نہیں کرتا' صرف اپنا جائز حق لینے کے لئے اگر کسی ملازم کو مجبوراً کچھ دینا پڑے تو دینے والے پر گناہ نہیں آئے گا' گناہ یکطرفہ ہو جائے گا لینے والے پر۔

س: بیوی کے کسی گناہ کی وجہ سے دل بے چین رہتا ہے۔ بیوی کی طرف رغبت نہیں ہوتی۔ بیوی کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتا۔ کیا کروں؟

ج: اگر آپ اپنی بیوی کی اصلاح کے لئے کوشش کر رہے ہیں خلوص دل کے ساتھ' تو میں سمجھتا ہوں یہ آپ کے لئے جہاد کے درجے میں شمار ہو جائے گا۔ اس میں بھی حتی الامکان نرمی کے ساتھ سمجھانا چاہئے' لیکن اگر وہ معاملہ کبیرہ گناہ کا ہے' تو اس میں آخرکار یہ بھی ہونا چاہئے کہ پھر اس سے ترک تعلق کیا جائے' اس سے طلاق لی جائے۔ اللہ نے راستہ کھولا ہوا ہے۔

مسلمانانِ عالم کی ڈائری

10 فروری' پیر: کل جماعتی حریت کانفرنس' جموں وکشمیر نے بھارتی حکومت کے سخت دباؤ' دفتر پر انتہاپسند ہندوؤں کے حملے اور پولیس کے چھاپے کے بعد دہلی میں اپنا دفتر بند کردیا...... امریکا اور برطانیہ 14 فروری' جمعہ کو اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل میں قرارداد پیش کریں گے جس میں صدر صدام حسین کو عراق چھوڑنے کے لئے 48 گھنٹے کا الٹی میٹم دیا جائے گا...... اُسی روز فرانس اور جرمنی عراق میں ''امن فوج'' کی تعیناتی کا منصوبہ پیش کریں گے۔ اس منصوبے کی حمایت روس اور چین نے بھی کی ہے۔ لیکن امریکا اور برطانیہ اب بھی عراق کے خلاف مسلح کارروائی کی کوشش کر رہے ہیں۔ امریکی صدر بش نے پھر دھمکی دی ہے کہ اگر سلامتی کونسل میں اُن کی قرارداد کی مخالفت کی گئی تو اقوام متحدہ غیر متعلق اور بے فائدہ ہو جائے گی...... اُدھر نیٹو (امریکی و یورپی مشترکہ فوجی اتحاد) کے رکن ممالک فرانس' جرمنی اور بیلجیم نے عراق کے خلاف جنگ کے لئے امریکی حمایت کی درخواست رد کردی ہے۔ امریکا کے وزیر خارجہ کولن پاول نے اعلان کیا کہ جو ملک بھی نیٹو کے اجلاس میں امریکی درخواست کو ویٹو کرے گا وہ ایک ناقابلِ معافی جرم ہوگا۔

11 فروری' منگل: آج ذی الحجہ کی 9 تاریخ ہے۔ ''لبیک اللھم لبیک ٥ لبیک لا شریک لک لبیک ٥ ان الحمد والنعمة لک والملک ٥ لا شریک لک'' آج پورے خلیجی اور عرب ملکوں میں عیدالاضحیٰ پورے دینی جذبے اور عقیدت واحترام سے منائی گئی۔ میدانِ عرفات میں خطبۂ حج فرماتے ہوئے سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبداللہ بن عبدالعزیز نے کہا کہ اس وقت دشمنانِ اسلام کی پوری کوشش یہ ہے کہ امتِ مسلمہ کو صراطِ مستقیم سے ہٹایا جائے۔ اس امت کو اللہ کی کتاب اور اس کی تعلیمات سے ہٹا دیا جائے۔ اس امت کے وجود کے فکری ماخذ کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر دیئے جائیں تاکہ یہ امت فکری انتشار میں مبتلا ہو کر بکھر جائے اور اس کے وجود کی کوئی بنیاد باقی نہ رہے۔ استعمار ہماری معیشت پر قبضہ کر کے ہمیں غلام بنانا چاہتا ہے۔ اُمتِ مسلمہ کو چاہئے کہ دشمنوں کی سازشوں کا ڈٹ کا مقابلہ کریں۔

12 فروری' بدھ: آج پاکستان میں عیدالاضحیٰ عقیدت و احترام سے منائی گئی...... منیٰ میں حج کی رسوم ادا کرتے ہوئے حجاج میں اچانک بھگدڑ مچ گئی' جس کے باعث کم سے کم 20 حجاج جاں بحق اور سینکڑوں زخمی ہوگئے۔ یہ واقعہ اُس وقت پیش آیا جب منیٰ میں شیطان کو کنکریاں مارتے ہوئے لاکھوں کی تعداد میں حجاج جمع تھے...... روس کے دارالحکومت ماسکو کی بڑی مسجد میں ہزاروں روسی مسلمانوں نے نمازِ عیدالاضحیٰ ادا کی۔ روسی ٹیلی ویژن نے پہلی مرتبہ جشنِ عید کے مناظر دکھائے...... ایران نے پُر امن ایٹمی پروگرام کے لئے یورانیم کی افزودگی کا اعلان کردیا۔ امریکا نے اس پر اپنی گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ایران ایٹمی ہتھیار بنا رہا ہے...... صدر صدام حسین کے حکم پر بڑے پیمانے پر دھماکا خیز مواد تیل کے کنوؤں پر نصب کرنا شروع کردیا گیا ہے' تاکہ امریکی حملے کی صورت میں اُن کو اڑا دیا جائے...... عرب مجاہد اسامہ بن لادن نے ایک دستخط شدہ بیان میں کہا ہے کہ امریکا ملتِ کفر کے ساتھ متحد ہو کر صلیبی جنگ کا آغاز کر چکا ہے۔ آج فلسطین' کشمیر' چیچنیا' افغانستان اور عراق میں مسلمان مدد کے لئے چیخ رہے ہیں۔ مسلمان نوجوان ظالم امریکا' برطانیہ اور بھارت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ عراق کے بعد پاکستان اور سعودی عرب کی باری ہے۔ مسلم ملکوں کے حکمرانوں کو چاہئے کہ ملائیشیا کے وزیراعظم مہاتیر محمد کا فارمولا مان کر مسلم کرنسی جاری کریں۔ ڈالر سے تعلق ختم کریں۔ غیر مسلم ممالک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں۔ امریکی بنکوں کو دیوالیہ کر دیں۔ پھر امریکا ایٹم بموں کے بدلے روٹی خریدے گا۔

13 فروری' جمعرات اور 14 فروری' جمعہ کو عیدالاضحیٰ کی تعطیلات کی وجہ سے پاکستان میں اخبارات شائع نہیں ہوئے۔

15 فروری' ہفتہ: حسب پروگرام 14 فروری جمعہ کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا اجلاس منعقد ہوا۔ پاکستان' روس' فرانس اور چین نے عراق میں اسلحے کے معائنے کی مدت میں مزید توسیع اور صدام حسین کو غیر مسلح کرنے کے لئے مزید وقت دینے کی حمایت کی' جبکہ امریکا اور برطانیہ نے عراقی اقدامات کو ناکافی قرار دیا...... اقوام متحدہ کے چیف اسلحہ انسپکٹر ہانس بلکس اور عالمی ایٹمی انرجی ایجنسی کے سربراہ محمد البرادی نے سلامتی کونسل کے اجلاس میں عراق کے خطرناک ممنوعہ ہتھیاروں کے بارے میں دوسری رپورٹ پیش کی' جس میں اُنہوں نے عراقی حکومت کی جانب سے معائنہ کاروں سے تعاون کو تسلی بخش قرار دیتے ہوئے بتایا کہ عراق سے کوئی خطرناک اسلحہ برآمد نہیں ہوا' البتہ السمود میزائل کو خطرناک قرار دیتے ہوئے اس پر پابندی لگانے کا اعلان کیا۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ عراق کے کئی ممنوعہ ہتھیاروں کا ابھی شمار نہیں ہوسکا جو بہت اہم اور تشویش ناک بات ہے۔ عراق کو اس صورت حال کو واضح کرنا چاہئے...... کل جماعتی حریت کانفرنس کے رہنما اور سابق چیئرمین سید علی شاہ گیلانی نے' جو آج کل بھارتی جیل میں ہیں' ایک اعلان میں کہا ہے کہ میں جیل میں مر جاؤں گا لیکن بھارتی حکومت سے اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کروں گا...... فلسطینی رہنما یاسر عرفات نے اقوامِ متحدہ' یورپی اور روسی نمائندوں سے ملاقات کے بعد سرکاری طور پر وزیراعظم کی تقرری پر رضامندی کا اعلان کیا...... ملائیشیا کے صدر مہاتیر محمد نے اعلان کیا ہے کہ اگر سلامتی کونسل امریکا کو عراق پر حملہ کرنے کی اجازت دے بھی دے' تو ہم اس کی مخالفت کریں گے...... جرمنی کی پولیس نے تین مشتبہ دہشت گردوں کی تلاش میں پانچ شہروں میں اُن عمارتوں اور دفاتر پر چھاپے مارے ہیں جو اسلامی گروپوں کے زیر استعمال بتائے جاتے ہیں۔

16 فروری' اتوار: گزشتہ کل 15 فروری کا دن اس اعتبار سے ایک تاریخی دن تھا کہ تاریخ انسانیت میں جنگ کے خلاف اتنا وسیع اور بڑا مظاہرہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا' جس میں ہر مذہب ونسل کے لوگوں نے دنیا کے سینکڑوں شہروں میں سوا کروڑ سے زائد افراد نے امریکا کے جنگی عزائم کے خلاف امن کے حق میں عالمی اجتماعی آواز بلند کی۔ عراق پر ممکنہ امریکی حملے کے خلاف مظاہروں کا سلسلہ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ سے شروع ہو کر امریکا تک پھیل گیا۔ لندن میں 20 لاکھ' برلن میں 5 لاکھ' پیرس میں ساڑھے تین لاکھ' دمشق میں دو لاکھ' ڈبلن میں ایک لاکھ' نیویارک میں ایک لاکھ' میڈرڈ میں 20 لاکھ' اٹلی میں 30 لاکھ افراد نے زبردست مظاہرے کئے جن کو مبصرین نے تاریخ کے سب سے بڑے مظاہرے قرار دیا ہے۔ لندن میں ہونے والے مظاہرے میں صدر بش کا ایسا پتلا بھی اٹھا رکھا تھا جس کے پنجوں میں ایک گلوب تھا' جس کی چونچ میں ایک بچے کا بازو تھا۔ مظاہرین نے جارج بش اور برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر کے ماسک بھی پہن رکھے تھے۔ مظاہرے میں ایک بینر بھی نمایاں تھا جس پر لکھا تھا: ''ٹیکساس کے سارے بے وقوف واشنگٹن میں جمع ہیں''۔ صدر بش کا تعلق ٹیکساس سے ہے۔ دنیا بھر میں ہونے والے ان مظاہروں میں شرکاء نے ایسے پلے کارڈ اور بینر اٹھا رکھے تھے جن پر ''بش خونخوار نہ بنو'' کے نعرے درج تھے۔ بش کے مضحکہ خیز پتلے اٹھائے ہوئے تھے جن میں اسے جنگی جنونی اور خونخوار درندہ دکھایا گیا تھا۔ جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) کے مظاہرے میں ایک پلے کارڈ پر لکھا تھا ''بش کو گراؤ' بم مت گراؤ''۔ بعض مظاہرین نے اسامہ بن لادن کی تصویروں والے کپڑے پہن رکھے تھے۔

View Point

Abid Ullah Jan

Standards of Acceptability

Two phrases, "socially acceptable" and "internationally acceptable" crop up with some frequency, usually as a variant of the sentence: Twenty years ago this might not have been socially or internationally acceptable, but today it is.

"This" might refer to anything. In the social context, from lighting a cigarette before elders to being half-nakedly dressed; and in international context, from denying a people right to self-determination to disregarding sovereignty of weaker states at will. The sentence itself might be uttered in conversation or printed in a newspaper. Sometimes, it's even pronounced in court and United Nations. People usually say it as if it were the last word on a subject.

In fact, it is not. It is not the last word because it has nothing to do with the merits of any issue. "Social acceptance" is used by people to give weight to a trend they want to espouse or resist. It's employed to push one group's - particularly western - tastes, sensitivities or special interests on the other. It's a pressure-group phrase, not an argument.

Similarly, "internationally acceptable" has nothing to do with what majority of the nations approve. This term has been introduced by the US, UK and some of their Allies, who have started calling their league "international community" after the Gulf War. "International acceptance" is also used by the US and some of its Allies to give weight to what they want to impose on weaker states. It is used to push their agenda. It's an imperialist phrase, not an argument. Socially or internationally acceptable doesn't tell the first thing about the value of whatever the "acceptable" idea or practice may be.

The value of an idea is derived from general principles of ethics, morals, science, religion or common sense. It's not derived from whether or not it happens to be espoused by people in the vanguard of intellectual fashion, or even by the majority of people in a given time or place. The value of an idea is not dependent on the might of a few powers of that age.

On social level, such espousal might make something current as opposed to traditional. It might make it trendy as opposed to old-fashioned, or customary instead of unusual. In the context of international relations, it might silence the critics and wipe out opposition. But it does not make it right or wrong. Right or wrong is decided by entirely different tests. To use an easy example, keeping slaves is wrong, even though there have been times and places where the keeping of slaves (whether by individuals or by the state, as in labour camps) has been "socially acceptable." Enslaving people has not always been an old-fashioned practice either. Sometimes it could be a brand-new idea.

A German newspaper in the 1930s could have written: "Twenty years ago it might have been internationally acceptable to leave the great Germans live under different flags in separate countries, but with allies such as Mr. Chamberlain standing on our side, it is not any more." Or a German newspaper could have written: "Twenty years ago it might have been socially acceptable for Jews to live and work wherever they pleased, but today it is not any more." Such sentences would have been accurate but not right. With the advent of the Nazis, Germany's earlier social acceptance of Jews as equal citizens came to a halt. It became trendy to consider Jews socially unacceptable. After Hitler and his followers occupied the leading edge of political fashion in Germany, only reactionaries would continue considering Jews acceptable or Germany's ambitions to occupy other countries wrong.

By choosing such an extreme example, it is not suggested that new forms of social or international acceptability are invariably evil. It is just to suggest that whether something is old or new - whether it is called "progressive" by its partisan or "reactionary" by its detractors; whether it is called internationally acceptable by a group of few powerful countries or imposed by them with force - has nothing to do with its merits.

The battle of ideas is not decided on the basis of currency or power. You cannot clinch an argument by force, or calling your opponent old-fashioned or by proving that his ideas have also been held by his grandfather. His grandfather might have been right.

Incidentally, what is old fashioned is to consider "progress" an unbroken line from the dark ages to enlightenment. It isn't. Progress in human affairs, just as in the physical world, simply describes a movement from point A to B. It can lead from light to darkness as easily as from darkness to light. Similarly, being weak doesn't mean that whatever a weak believes or considers is absolutely wrong and it is the will and idea of the powerful that would always be right, and would also have a right to prevail.

To put it another way, it is always "progress" that lands a car in ditch. True, pulling it out of the ditch is also progress, but this simply illustrates that the word "progress" tells you nothing.

You must find out its direction and nature to evaluate it.

On international level it is, for example, accurate to demand disarming Iraq but looking at it in broader context may not make it right. Even if it is right, will of the US and UK doesn't make an idea "will of the international community" or acceptable to all at the same time. Why does the "international community," which has shouldered the responsibility to disarm Iraq, not look around and see other violations of the UN resolutions? Why does it not enforce the "internationally acceptable" idea on its close allies, such as Israel?

All these problems arise from our flight from religion and permanent norms. Inventing social or international norms and standards of acceptability for material satisfaction would always hurt us either in the form or moral bankruptcy or in the form of "internationally" approved genocides through inhuman economic sanctions or carpet bombings.

(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

Vol:12 Regd. No.LRL-50 No.7

Weekly *Nida-e-Khilafat* Lahore

تنظیم اسلامی کا آل پاکستان اجتماع

ان شاءاللہ العزیز 23 تا 25 فروری 2003ء فردوسی فارم' دراجکے (نزد سادھوکی) میں ہوگا

پروگرام کا آغاز

23 فروری بروز اتوار' نمازِ عصر (4:30 بجے) سے ہوگا اور یہ اجتماع 25 فروری بروز منگل نمازِ ظہر تک جاری رہے گا۔

شرکاءِ اجتماع کے لئے عمومی ہدایات

1) تمام ملتزم و مبتدی رفقاء سے گزارش ہے کہ وہ اس اجتماع میں اپنی شرکت کو یقینی بنائیں!

2) اجتماع گاہ یعنی ''فردوسی فارم'' جی ٹی روڈ سادھوکی سے چار کلومیٹر اندر بیگ پور کو جانے والی سڑک پر موضع ''دراجکے'' میں واقع ہے۔

3) سرحد اور شمالی پنجاب سے بذریعہ روڈ آنے والے حضرات گوجرانوالہ سے آگے ''کامونکی'' پہنچنے پر متوجہ ہو جائیں۔ کامونکی سے تقریباً 10 کلومیٹر آگے سادھوکی کے مقام پر انہیں اترنا ہوگا۔

4) جنوبی علاقہ جات سے آنے والے حضرات جی ٹی روڈ پر لاہور سے آگے ''مریدکے'' پہنچنے پر متوجہ ہو جائیں۔ مریدکے سے تقریباً 10 کلومیٹر آگے سادھوکی کے مقام پر انہیں اترنا ہوگا۔

5) سادھوکی میں مین جی ٹی روڈ پر رفقاء تنظیم کو اجتماع گاہ تک پہنچانے کے لئے رہنمائی و تعاون کا مناسب انتظام ہوگا۔

6) لاہور ریلوے سٹیشن پر بھی 23 فروری کو استقبالیہ کیمپ نمازِ عشاء تک موجود رہے گا تا کہ ٹرین کے ذریعے لاہور پہنچنے والے رفقاء کو اجتماع گاہ تک پہنچایا جاسکے۔

7) بذریعہ ہوائی جہاز آنے والے حضرات سے گزارش ہے کہ قبل از وقت مرکزی دفتر تنظیم اسلامی کو فیکس (042)6305110 یا ای میل (markaz@tanzeem.org) پر مطلع کریں تا کہ ان کی آمد اور اجتماع گاہ تک پہنچانے کے لئے مناسب انتظام کیا جاسکے۔

8) یہاں موسم خصوصاً رات کے اوقات میں قدرے سرد ہوگا' لہٰذا اپنے ساتھ مناسب بستر لے کر آئیں۔

9) اجتماع گاہ میں پہنچنے پر وہاں استقبالیہ میں اپنے نام و حلقہ/تنظیم کا اندراج کروا کر بیج (Badge) اور سامان کے لئے ٹیگ/شناختی پرچی حاصل کریں اور اپنے حلقہ/تنظیم کے لحاظ سے مقررہ رہائش گاہ پر ہی قیام فرمائیں۔

10) اندراج کے وقت زرِ طعام کی رقم ادا کر کے رسید حاصل کر لیں۔ زرِ طعام 150 روپے فی کس ہوگا۔

11) استقبالیہ پر ملنے والی ہدایات اور اجتماع گاہ میں مختلف مقامات پر چسپاں ہدایات پر خوش دلی سے عمل کر کے انتظامیہ سے تعاون کریں۔

12) اس اجتماع میں خواتین کے لئے کوئی انتظام نہیں ہوگا لہٰذا اُن سے پیشگی معذرت ہے۔

المعلن: اظہر بختیار خلجی' ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان' 67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ' لاہور فون: 6316638-6366638